18/12

ہفت روزہ

ترجمان اسلام

لاہور

نگران اعلیٰ
مولانا مفتی محمود

شمس الدین شہید نمبر

سید شمس الدین نے فرمایا

بلوچستان کے عوام غریب اور پسماندہ ضرور ہیں
لیکن وہ سچے اور کھرے مسلمان ہیں۔
فوج سے گولیاں چلوا کر ہمارے دلوں سے پاکستان
کی محبت چھینی نہیں جا سکتی۔

۱۹ ر اکتوبر سنہ ۱۹۷۳ بمقام شیرانوالہ لاہور

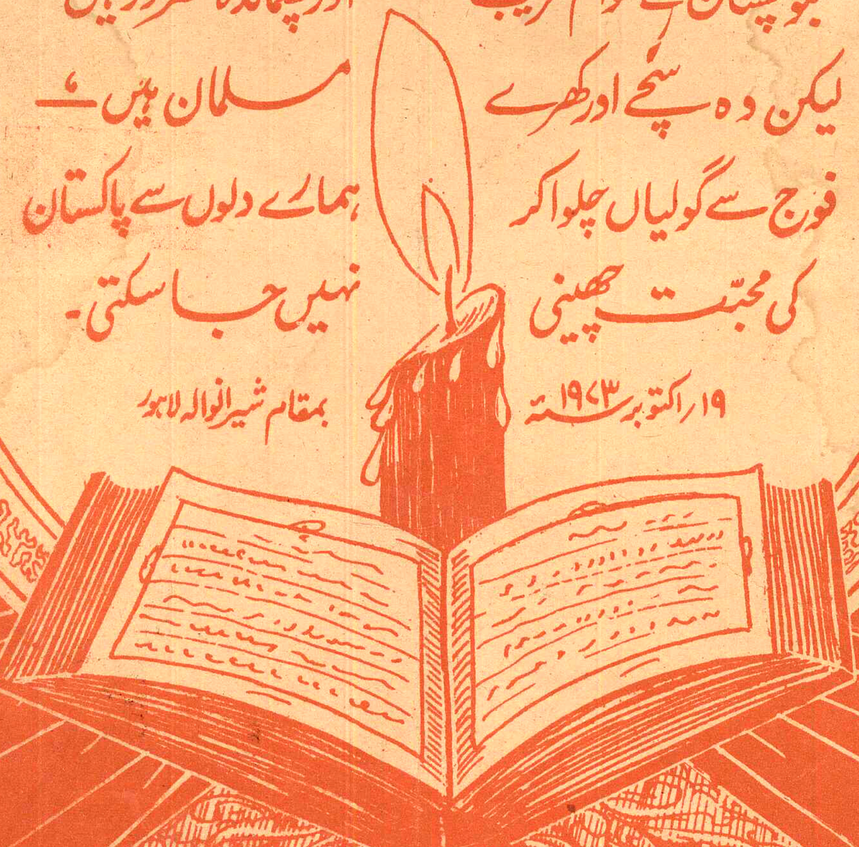

واردات

عزم کا کوہِ گراں تھا پیکرِ ایثار تھا   سارقِ ختمِ نبوّت کے لیے تلوار تھا
تُو شناسائے رمُوزِ لاالٰہ تھا بالیقیں   خوف سے ناآشنا تیرا دلِ بیدار تھا
تجھ سے نالاں تھے وڈیرے، تجھ پہ نازاں تھے غریب   مُفلسوں کا، بیکسوں کا مونس و غمخوار تھا
تُو نے قائم کر دیا ہے دینِ احمد کا وقار   تُو یقیناً جاں نثارِ سیّدُ الابرار تھا
تیرے سینے میں فروزاں مشعلِ حُبِّ وطن   ملّتِ بیضا کا تُو بے لوث خدمتگار تھا
ہو گئی تھی تیری سطوت حکمرانوں پر عیاں   تجھ سے نالاں مُلک و ملّت کا ہر اک غدار تھا
کر سکا نہ سرنگوں تجھ کو غرورِ اقتدار   تُو شرابِ معرفت کے جام سے سرشار تھا
مفتی محمُود کی زیرِ قیادت ظلم سے   پرچمِ اسلام تھامے برسرِ پیکار تھا
اہلِ حق ہیں شاداں و فرحاں تیرے کردار سے   ٹوڈیوں کا طائفہ تجھ سے مگر بیزار تھا
تُو سمجھتا تھا جواں سالی میں سیاست کے رمُوز   اے شہیدِ باوفا تُو واقفِ اسرار تھا
اے شہیدِ فی سبیل اللہ اے خلد آشیاں   تیرا قاتل بدقماش و بُزدل و بدکار تھا
تیری حق گوئی کا آخر مل گیا تجھ کو صلا   دیوِ استبداد تیرے درپئے آزار تھا

اے فدائے سرورِ کونین اے جنّت نشیں
تُو ازل سے ہی شریکِ زمرۂ اخیار تھا

اکرام القادری

ادارِیہ

اکرام القادری

سیّد شمس الدّین شہید رحمۃ اللہ علیہ

سیّد شمس الدّین شہیدؒ ایسے پاک باز مردِ حر، نڈر، بے باک اور اسلام و آزادی کی راہ میں قربان ہونے والے دیدہ ور اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی رہتی ہے۔

ایسے لوگ پیدا نہیں ہوتے بلکہ قدرت کی طرف سے بطور عطیہ و بخشش دیئے جاتے ہیں، مگر جب بنی جانوں پر ظلم کرنے والے نادان اور سفاک انسان اس عطیۂ خداوندی اور بخشائشِ الٰہی کی ناقدری کرتے ہیں تو خدائے غیوّر ان نادانوں کو اس نعمتِ عظمٰی سے محروم کر دیتے ہیں۔

وائے افسوس صد افسوس کہ حرماں نصیبوں اور ازلی بدبختوں کا یہ گروہ مادیات کی بھول بھلیوں اور ناپائیدار اقتدار کی خرمستیوں میں اس قدر سرشار و مگن ہوتا ہے کہ اس محرومی پر آہ زاری، گریہ و بکا اور نالہ و شیون کی بجائے خوشی کے شادیانے بجاتا ہے۔ یہ سرگشتۂ خمار رسوم قیود گروہ نہیں جانتا کہ اس سے کیا کچھ چھین لیا گیا ہے۔

ہم بلا خوفِ تردید کہتے ہیں کہ شمس الدین شہیدؒ خدائے لم یزل کی طرف سے نہ صرف بلوچستان کے لیے، بلکہ پورے ملک کے لیے خدائی تحفہ تھے۔ انہوں نے اپنی مختصر زندگی میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے وہ تاریخ کے سینہ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رقم ہو کر رہ گئے۔ عصبیتوں کا گرد و غبار اور سیاست کی کذب بیانی ان کے تاریخ ساز کردار کو فراموش کرنے میں ناکام و بے مراد رہیں گے۔

شمس الدین شہیدؒ نے اپنے مقدّس خون سے حریتِ فکر اور آزادیٔ رائے کی جوجوت جگائی ہے اور جو شمع روشن کی ہے اسے کسی بھی دور کا فرعون اپنی تمام تر غارت گردیوں کے باوجود مدھم نہیں کر سکتا۔ **شمس الدینؒ** کے پاک خون سے سامراج دشمنی اور جاں سپاری کا جو چراغ روشن ہوا ہے مرورِ ایام کے باوجود اس کی لَو تیز تر ہوتی جائے گی۔ یہ چراغ گم گشتگانِ راہ کے لیے مینارۂ نور اور شمع فروزاں ثابت ہوگا۔ قافلہ ولی اللّٰہیؒ کے اس حدی خواں اور محمود الحسنؒ کے اس پرچم بردار نے جریدۂ عالم پر وہ نقوش ثبت کیے ہیں جو صدیوں تک متلاشیانِ راہِ صواب اور جویانِ حقیقت کی رہنمائی کرتے رہیں گے۔

خدائے وہاب نے سید شمس الدینؒ کو نگہ بلند، سخن دلنواز اور جاں پرسوز سے نوازا تھا۔ وہ مردِ فقیر دارا و سکندر سے یقیناً اولیٰ تھا۔ وہ فقیری و اسد اللّٰہی کا ایسا عطر بیز آمیختہ تھا جس کی جاں نواز خوشبو نے ایک عالم کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ اس مردِ حق آگاہ نے اپنی نوائے سروش اور صدائے خسروانہ سے فرنگی زادوں اور جابر حکمرانوں کا خواب و خور حرام کر دیا تھا۔ اس کے نعرۂ مستانہ نے نام و نہاد عوامی حکمرانوں کے در و بام ہلا کر رکھ دیئے تھے۔ شیر بلوچستان سید شمس الدین شہیدؒ نے گیدڑ کی ہزار سالہ زندگی پر شیر کی باعزت موت کو ترجیح دی اور خون میں نہا گیا۔ شمس الدین کا قاتل، ذلّت و نکبت کی علامت بن گیا اور سید شمس الدینؒ حریتِ فکر و آزادیٔ رائے کا نیّرِ تاباں و مہرِ درخشاں بنا۔ اور بارگاہ ایزد متعال میں سرخرو ہو گیا۔ شمس الدین شہیدؒ کے جانباز رفقاء اور فرزندانِ حسین احمد مدنیؒ ہر قسم کی قربانیاں دے کر شمس الدین شہیدؒ کے عظیم مشن کو زندہ اور تابندہ رکھیں گے۔ انشاءاللہ

ہفت روزہ
ترجمان اسلام

جلد نمبر ۱۸ شمارہ نمبر ۱۲
جمعۃ المبارک ۲۱ مارچ، ۱۰ ربیع الاول

سرپرست
مولانا عبیداللہ انور

رئیس الادارہ
اکرام القادری

مجلسِ ادارت
ڈاکٹر احمد حسین کمال
مولانا سعید احمد رائے پوری
سیّد مطلوب علی زیدی
عمیر الہاشمی

بدلِ اشتراک
سالانہ — ۳۸ روپے
ششماہی — ۱۹ روپے
سہ ماہی — ۹/۵۰

فی پرچہ
۷۵ پیسے

پریمیر پریس میں چھپا اور مولانا عبیداللہ انور نے شیرانوالہ سے شائع کیا

تاریخ کے آئینے میں

مولانا شمس الدین نے اپنی جان جمیعت کے مشن پر قربان کردی ✽ حضرت درخواستی مدظلہ

ظالموں کو اس مقدس خون کا حساب دینا پڑے گا! ✽ مفتی محمود

“اس باہمت نوجوان نے ہر قسم کے لالچ اور دباؤ کو ٹھکرا کر اپنی جان بھی جمعیۃ کے مشن پر قربان کردی”

(حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی مدظلہ)

“مولانا شمس الدین کا خون ہرگز رائیگاں نہیں جائے گا۔ ظالموں کو اس مقدس خون کا حساب دینا پڑے گا اور وہ دن دور نہیں جب ظالم خود اپنے ظلم کی آگ میں بھسم ہو کر رہ جائیں گے”

(قائد اسلامی انقلاب مولانا مفتی محمود مدظلہ)

“مولانا شمس الدین نے اسلام اور جمہوریت کے جو خدمات انجام دیں وہ کبھی فراموش نہیں کی جائیں گی۔ انہوں نے مختصر زندگی میں جس جرات اور عزم کا اظہار کیا اس سے آئندہ نسلیں راہنمائی حاصل کریں گی شہید کے سوگ میں پورے صوبہ میں جمعیۃ کے پرچم تین روز تک سرنگوں رکھے جائیں”

(جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور)

“ایک عظیم انسان نے عظیم مقصد کے لیے عظیم قربانی دی ہے۔ ہم اپنے عظیم ساتھی کی شہادت پر خوف زدہ یا دل برداشتہ نہیں ہیں بلکہ شہید کے مقدس خون نے حق کی خاطر جدوجہد کے لیے ہمارے حوصلہ کو دوچند کردیا ہے”

(الحاج محمد زمان خان اچکزئی سینیٹر بلوچستان)

“مولانا شمس الدین نے اولوالعزمی کے ساتھ دباؤ اور لالچ کی پرواہ کیے بغیر اسلام کی سربلندی اور جمہوریت کی نشوونما کے لیے کام کیا ان کا قتل ایک منظم سازش کے تحت سیاسی انتقام کے نتیجہ میں عمل میں لایا گیا”

(حضرت مولانا سید محمد ایوب جان بنوری اور صاحبزادہ عبدالباری جان سرحد)

“مجھے اس واقعہ سے گہرا صدمہ ہوا ہے اس کی تحقیقات پر ہائی کورٹ کے کسی جج کو مامور کیا جائے”

(چوہدری ظہور الٰہی ایم این اے)

“حالات اس امر کی غمازی کرتے ہیں کہ یہ قتل کسی سازش کا نتیجہ ہے”

(راؤ مہر زاختر، حبیب جالب، محمد فاروق قریشی لطیف قریشی آف نیپ)

“مجھے مولوی شمس الدین کے قتل پر انتہائی دکھ ہوا ہے”

(میاں طفیل محمد)

“بلوچستان میں ایک سیاسی جماعت کے صدر کا قتل صوبہ کی کشیدہ سیاسی فضا میں نہایت سنگین صورتِ حال کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے سیاسی قتلوں کا یہ رواج ملک کو خانہ جنگی کی طرف دھکیل رہا ہے”

(سید معین الدین چیئرمین تحریک استقلال پنجاب)

بالکل بجا فرمایا سید صاحب!

“مجھے مولوی شمس الدین کے اندوہناک قتل پہ گہرا دکھ ہوا ہے”

(مسٹر جسٹس طفیل علی عبدالرحمان قائم مقام گورنر سندھ)

صرف دکھ اور کر بھی کیا سکتے ہیں آپ؟

“مولوی شمس الدین کے قاتلوں کو کیفرِ کردار تک پہنچایا جائے گا”

(وزیراعظم بھٹو)

(یہ ایسا دعویٰ تھا جس کا عمل سے دور کا بھی واسطہ نہیں)

لاہور ۴ مارچ وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے بلوچستان اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر مولوی شمس الدین کی المناک موت پر گہرے رنج اور دکھ کا اظہار کیا ہے وزیراعظم نے بیگم شمس الدین کے نام ایک تعزیتی تار میں کیا ہے کہ مجھے آپ کے شوہر کی موت کا سن کر دلی دکھ ہوا ہے۔

(کاش مسٹر شیر پاؤ کی موت کی طرح اس صدمہ کے عملی مظاہر بھی دیکھنے میں آتے)

مجھے یقین ہے کہ صوبائی حکومت مولوی شمس الدین کے قاتلوں کو گرفتار کرکے اور انہیں سزا دینے کے لیے ضروری اقدامات کرے گی

(خدا جانے بھٹو صاحب کی سزا سے کیا مراد تھا!)

خدا مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور آپ اور آپ کے دیگر پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

(مرحوم جوار رحمت میں چلے گئے مگر بھٹو صاحب نے حضرت شہیدؒ کے والدگرامی کے مقابلے میں ایک وڈیرے کو کھڑا کر کے شہید کی روح کو ایصالِ ثواب کیا)

وزیراعظم بھٹو نے گورنر بلوچستان کے نام ایک تعزیتی پیغام میں کہا ہے کہ ملزموں کی گرفتاری اور انہیں کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے ہر ممکن اقدام کیا جائے”

(وہ اقدام حرف اور حرف زبان و بیان کی حد تک تھا)

نوٹ: جو مضامین رہ گئے ہیں وہ آئندہ اشاعت میں آئیں گے۔

"رجلِ رشید" سے

زاہد الراشدی

حیاتِ شہید رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ورق

شجرہ نصب

سیّد محمد شمس الدین ابن مولانا محمد زاہد ابن حاجی محمد رفیق ابن عبد الحق ابن ہیبت ابن اٹل ابنِ روزی ابن عبد الرسول ابن محمد عثمان ابن محمد عمر ابن محمد ابراہیم ابن حطان ابن فالی ابن حریف لقب رو سیّد حرم است ابن عبد اللہ ابن محمد تور بابا ابن سیّد غورہ یار غانی ابن یار محمد ابن احمد ابن غنم غور بادشاہ ابن قاتعا ابن قابین ابن رُحال یا ہارون بن سیّد عبد الرشید ابن کعب المعروف طبانی ابن اسماعیل ابن سیّد عابد بن سیّد زین الدین ابن امام جعفر الصادق ابن امام باقر ابن امام زین العابدین ابن امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بخارا سے ہجرت

مولانا شمس الدینؒ کا قبیلہ حریف آل کہلاتا ہے۔ اس قبیلہ کے جدِّ امجد حضرت حریف شہید رحمۃ اللہ علیہ بخارا سے ہجرت کرکے فورٹ سنڈیمین کے شمال جنوب میں ۳۰ میل دُور ایک صحت افزا مقام شین غر میں آئے تھے اور وہیں قیام پذیر ہوگئے تھے۔

یہ ہجرت بھی عجیب حالات میں ہوئی حریف شہیدؒ کے والدِ محترم حضرت عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فرمایا کہ افغانوں کے علاقہ میں اسلام کو نقصان پہنچ رہا ہے اور افغان آپس میں لڑ رہے ہیں اِس لیے تم خود وہاں جاؤ یا اپنے کسی بیٹے کو وہاں بھیجو۔ حضرت عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں اپنے فرزند حریفؒ کو ہجرت کا حکم دیا، اور وہ خچر پر سوار ہو کر افغانستان کے راستہ سے شین غر کے مقام تک پہنچے۔ یہاں دو مشہور قبائل شیرانی اور مندوخیل آپس میں دست بگریباں تھے۔ حضرۃ حریفؒ نے ان کے درمیان تمام تنازعات کا تصفیہ کراکے ان کی صلح کرادی۔ ان دونوں نے آپ سے استدعا کی کہ آپ مستقل طور پر ہمارے پاس قیام فرمائیں آپ اپنی خچر پر سوار ہو کر طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک جتنا علاقہ عبور کریں گے وہ پورا علاقہ آپ کی اور آپ کے خاندان کی ملکیّت میں دے دیا جائے گا چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا اور وہ علاقہ آپ کی تحویل میں دے دیا گیا جہاں آج بھی قبیلہ سادات حریف آل کے سینکڑوں خاندان آباد ہیں۔

حضرت حریفؒ خاندان کو آباد کرنے کے بعد خود احمد شاہ ابدالیؒ کے ساتھ جہادِ ہندوستان میں شریک ہوئے اور اسی میں شہید ہوگئے۔ طوردکن نامی کسی جگہ آپ کو سپردِ خاک کیا گیا۔

فورٹ سنڈیمین میں آمد

مولانا شہیدؒ کے دادا حضرت حاجی محمد رفیق رحمۃ اللہ علیہ شین غر سے نقل مکانی کرکے فورٹ سنڈیمین میں تشریف لائے اور رشد وہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔ آپ کو قدرت نے متعدد بار حج بیت اللہ کی سعادت سے مشرف فرمایا۔ آپ کا معمول یہ تھا کہ ہر بار اپنے بیٹے کو ساتھ لے جاتے۔ آخری بار چھوٹے فرزند مولانا سیّد محمد زاہد مدظلہ کو ساتھ لے گئے۔ مسجد نبوی میں روضۂ اطہر کے سامنے ان کی دستار بندی کرکے انہیں اپنا جانشین مقرر کردیا۔ آپ نے واپس آکر والدِ محترم کی نیابت کے فرائض سرانجام دینا شروع کیے اور اب تک مسجد فورٹ سنڈیمین میں درس وخطابت اور ہزاروں مریدوں کی راہنمائی کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو رہے ہیں۔

مولانا شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ

مولانا شمس الدین شہیدؒ ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۴ھ کو اس عالم فانی میں تشریف لائے سات برس کی عمر میں تعلیم شروع کی۔ ابتدائی

تعلیم گھر میں ہی حاصل کی۔ صرف و نحو کی تعلیم کے ساتھ ساتھ سکول کی تعلیم بھی جاری رکھی۔ اور ۱۹۶۲ء میں گورنمنٹ ہائی سکول فورٹ سنڈیمن سے میٹرک کیا اس کے بعد مولانا سید زاہد مدظلہ نے اپنے پرانے رفیق مولانا قاضی عبدالکریم صاحب آف کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کے مشورہ پر باضابطہ دینی تعلیم کے لیے سید محمد شمس الدین کو دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں بھیج دیا۔ جہاں آپ نے دو سال قیام کر کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق دامت برکاتہم کی زیر سرپرستی علوم و فنون کی تعلیم حاصل کی اس کے بعد دو سال تک مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی میں حضرت العلام مولانا محمد یوسف بنوری دامت برکاتہم کے زیر سایہ تعلیم حاصل کی۔ پھر مدرسہ مخزن العلوم والفیوض عیدگاہ خانپور میں حضرۃ الامیر مولانا محمد عبداللہ درخواستی دامت برکاتہم کی سرپرستی میں رہے اور علوم و فنون کی تعلیم کے ساتھ قرآن پاک کی تفسیر بھی حضرت مدظلہ سے پڑھی اور بیعت بھی ہوئے بعد ازاں مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ میں ایک سال قیام کیا اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم سے دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی راقم الحروف کو ان کے ساتھ دورۂ حدیث میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی اور ہم دونوں نے دورۂ حدیث سے اکٹھے فراغت حاصل کی۔

میدانِ عمل میں

مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ بلند پایہ اساتذہ کی زیر سرپرستی تعلیم حاصل کرنے کے باعث شروع سے ہی واضح اور ٹھوس عقائد و نظریات اور واضح سیاسی رجحانات کے حامل تھے۔ طالب علمی کے دور میں جمعیۃ طلباء اسلام کے ساتھ وابستہ تھے۔ اور بلوچستان شاخ کے صدر بھی رہے ہیں جب آپ مدرسہ نصرت العلوم میں تھے تو جمعیۃ علماء اسلام کے دیہاتی تبلیغی پروگراموں میں میرے ساتھ جایا کرتے تھے۔

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم پر عملی سیاست میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا سنہ ۷۰ء کے انتخابات میں جمعیۃ کے ٹکٹ پر فورٹ سنڈیمن کے صوبائی حلقہ میں الیکشن لڑ کر علاقہ کے بہت بااثر نواب تیمور شاہ کو شکست دی اور صوبائی اسمبلی کے رکن منتخب ہو گئے۔ رکن اسمبلی منتخب ہونے کے بعد صوبہ میں جمعیۃ علماء اسلام کی تنظیم نو کی طرف توجہ دی اور جمعیۃ کے صوبائی انتخاب کے موقع پر آپ کی بے لوث محنت اور مخلصانہ مساعی کے باعث آپ کو متفقہ طور پر صوبائی امیر منتخب کر لیا گیا۔ صوبائی اسمبلی منعقد ہوئی اور نیپ جمعیۃ کابینہ نے حلف اٹھایا تو آپ کو متفقہ طور پر صوبائی اسمبلی کا ڈپٹی سپیکر منتخب کر لیا گیا اور یوں آپ نے ایک اہم سیاسی جماعت کے صوبائی سربراہ اور صوبائی اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر کی حیثیت سے بھرپور عملی زندگی کا آغاز کر دیا۔

جذبۂ حق گوئی

آپ حق بات کو مصلحتوں کے پردہ میں چھپانے کے "فن" سے ناآشنا تھے نیپ جمعیۃ کولیشن کے دور میں اگر حلیف پارٹی نیپ کے کسی کام پر آپ مطمئن نہ ہوتے تو برسرِ عام ٹوک دیتے تھے اور ایک بار تو نیپ جمعیۃ معاہدہ پر عمل کے سلسلہ میں آپ نے اسمبلی کا بائیکاٹ بھی کر دیا بعد میں نیپ کی طرف سے واضح یقین دہانی کے بعد آپ نے بائیکاٹ ختم کیا۔

بلوچستان کی اکثریتی وزارت کی برطرفی کے بعد ایک موقع پر میں نے ان سے عرض کیا تو کہنے لگے، نیپ سے اگر ہمیں کوئی شکایت تھی تو اب نہیں رہی ہم دونوں ظلم و جبر کا شکار ہیں اور مل کر اس ظلم کا مقابلہ کریں گے۔

گورنر بگٹی اس زعم میں گورنری کی مسند پر بیٹھے تھے کہ نیپ جمعیۃ کی اکثریت کو توڑ سکیں گے۔ مولانا شمس الدین" پر بہت دباؤ ڈالا، ڈرایا دھمکایا، لالچ دی مگر آپ کسی، لالچ میں نہ آئے جبکہ آپ سے سینئر "حضرات" سیم و زر کی دلربائی کے آگے ہتھیار ڈال چکے تھے۔ آپ کو بہکانے کے لیے راولپنڈی سے "بزرگ" بھی درآمد کیے گئے۔ مگر کوئی "بزرگی" آپ کی "دیوانگی" پر اثر انداز نہ ہو سکی۔

تحفظ ختمِ نبوت

فورٹ سنڈیمن میں قادیانیوں نے قرآن کریم کے محرف نسخے تقسیم کیے۔ آپ کی ایمانی غیرت نے گوارا نہ کیا۔ کفر کے خلاف ڈٹ گئے۔ عوام نے بھی خوب ساتھ دیا۔ ۱۵ روز تک مکمل ہڑتال رہی، ایسی ہڑتال کہ ڈپٹی کمشنر اور ایس۔ پی صاحب کو بھی باہر نکلنے کے لیے جامع مسجد سے اجازت لینا پڑتی تھی۔ گرفتاریاں ہوئیں، تشدد ہوا مگر بالآخر تحریک کامیاب ہو گئی، قادیانی لٹریچر ضبط کر لیا گیا۔ قادیانیوں کو ضلع سے نکال دیا گیا اور گرفتار شدگان کو رہا کیا گیا۔

اسی دوران آپ کو گرفتار کر کے میوند پہنچا دیا گیا۔ فوج کے محاصرہ میں دینِ حق کی تبلیغ کرتے رہے۔ آپ فوج کے محاصرہ میں تھے مگر قوم بے خبر تھی۔ بے چین تھی، مضطرب تھی، کسی کو خبر نہ تھی کہ مولانا شمس الدین کہاں ہیں؟ زندہ بھی ہیں یا نہیں۔ قائد جمعیۃ مولانا

مفتی محمود مدظلہٗ نے اسمبلی میں آواز اٹھائی تو پتہ چلا کہ زندہ ہیں اور مسیوند میں موجود ہیں۔ سندھ بلوچستان ہائی کورٹ میں رِٹ دائر کردی گئی۔ ہائی کورٹ نے حکومت سے آپ کو طلب کرلیا۔ ادھر فورٹ سنڈیمین میں نوجوانوں نے بھوک ہڑتال کردی جو ۹۵ گھنٹے تک جاری رہی بالآخر حکومت آپ کو رہا کرنے پر مجبور ہوگئی۔

گورنر نے رہائی کے لیے آپ کے والد محترم سے رابطہ قائم کرکے کچھ شرائط طے کرنا چاہیں مگر اس عظیم باپ نے گورنر کے "بارِیش ایلچی" کو صاف جواب دیا کہ میں اپنے بیٹے کی رہائی کے لیے گورنر سے ملاقات کے لیے تیار نہیں ہوں یہ ختم نبوت کا مسئلہ ہے اور اس مسئلہ پر میں دس شمس الدین قربان کرسکتا ہوں۔

پیشکشیں

آپ نے بتایا کہ مسیوند میں گورنر اور وزیر اعلیٰ کی طرف سے پیغامات موصول ہوتے رہے، وزیر اعلیٰ خود بھی آئے۔ پیشکش ہوئی کہ وزیر اعلیٰ بن جاؤ۔ جو عہدہ چاہو قبول کرلو۔ جتنی دولت مانگو گے ملے گی جو چاہو گے کھلی آزادی ہوگی مگر حکومت کا ساتھ دو،" ورنہ نہیں رہو گے۔ مگر میں نے ٹھکرا دیا اور کہا کیا ایک مجرم بھی قید خانے سے نکل کر وزیر اعلیٰ بن سکتا ہے؟

رہائی کے بعد بھی آپ کو راہِ حق سے ہٹانے بہکانے اور پھسلانے کی کوشش جاری رہی مگر پائے استقلال میں لرزش پیدا نہ ہوئی۔

بے اصول کون؟

بھٹو صاحب نے پنڈی بلایا اور فرمانے لگے کہ آپ لوگ با اصول ہیں، بے لوث ہیں اگر آپ جیسے لوگ میرا ساتھ دیں تو میں ملک کی کایا پلٹ دوں اس لیے آپ نیپ کا ساتھ چھوڑ کر میرا ساتھ دیں۔ جواب مِلا بھٹو صاحب! کیا اقتدار کے لیے نیپ کو چھوڑ کر ہم با اصول رہیں گے؟ بھٹو صاحب کے لیے خاموشی کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔

آپ نے کراچی، لاہور، گوجرانوالہ سرگودھا اور ملک کے دوسرے شہروں کے دورے کیے، آمریت کو للکارا ظلم و جبر کی قوتوں کو چیلنج کیا۔ بلوچستان میں ایرانی فوج کی موجودگی غیر ممالک کی دلچسپی اور ملک سالمیّت کو لاحق خطرات کو بے نقاب کیا بالآخر جب آپ کی سرگرمیاں حد سے بڑھ گئیں تو آپ کو راہ سے ہٹانے کا فیصلہ کرلیا گیا۔

آخری انتباہ

آخری بار گورنر بلوچستان نے بلایا اور کہا جوانی پر ترس کھاؤ اور آجاؤ مگر مولانا شمس الدینؒ تو جوانی لٹانے کی فکر میں تھے "ایک بڑے آدمی" بلینک چیک دستخط کرکے دیا کہ جتنی رقم چاہو لکھو اور کیش کرا لو۔ جواب میں چیک پھاڑ دیا اور کہا جو شخص اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بِک چکا ہو کسی اور کے آگے نہیں بِک سکتا۔

شہادت

بالآخر مولانا سیّد شمس الدین شہیدؒ کی تمنا پوری ہوئی، وہ کہتے تھے میں نے حج اس لیے کیا تھا کہ وہاں اللہ تعالیٰ سے شہادت کی دعا مانگوں ان کی دعا قبول ہوئی اور ایک شقی القلب نے کوئٹہ سے فورٹ سنڈیمین جاتے ہوئے ۱۳ مارچ ۱۹۷۴ء "خل گئی" کے مقام پر انہیں گولیوں کا نشانہ بنا دیا ـــــــ اور وہ تیس ۳۰ سالہ مختصر سی زندگی میں کامیابیوں کے انبار سمیٹتے ہوئے کامران و کامیاب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوگئے۔

بنا کردند خوش رسمی بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

بقیہ مولانا شمس الدین شہیدؒ

دنیا میں علمارِ حق کا سر بلند کر رکھا تھا۔ آپ ختم نبوۃ کے پروانے اور نوجوانانِ اسلام کے قافلے کے سالار تھے۔ اس لیے انہیں مجاہد ختم نبوت اور فخر نوجوانانِ اسلام کے القاب ملے تھے۔

مولانا مرحوم نے اپنے پیچھے سوگوار خاندان میں ایک والد بزرگوار، ایک ماں، ایک سوتیلی ماں پانچ چھوٹے بھائی، چار بہنیں اور ایک بیوی چھوڑی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں بلند درجوں سے نوازے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

اقوال محمود
تالیف اختر کاشمیری
قائد اسلامی انقلاب مولانا مفتی محمودؒ کے اقوال کا فکر انگیز مجموعہ، صفحات ۱۳۶ جسکی ایکہزار کاپیاں ایک ہفتہ میں ختم ہوگئیں جمعیت کے ہر کارکن تک پہنچانے کیلئے اسکی قیمت اصل لاگت کے مطابق کردی گئی ہے
اعلٰے ایڈیشن ۳ روپے
سستا ایڈیشن ۲ روپے
ایجنٹ حضرات مطلوبہ تعداد سے فوراً آگاہ کریں
محمد اکرم عابد
مینجر ادارہ تفہیم الاسلام
پریم گلی، لاہور

تعلیم گھر میں ہوا حاصل کی [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا سید شمس الدین شہیدؒ

دنیا کو ایک درسِ وفا دے کے چلدیا
خود مر کے زندگی کا پتا دے کے چلدیا

منزل کی جستجو میں کبھی جی نہ ہارنا
یہ اہلِ قافلہ کو صدا دے کے چلدیا

اپنے لہو سے تو نے جلایا تھا جو، دیا
جلتا ہوا ہمیں وہ دِیا دے کے چلدیا

خود پی کے جامِ آبِ بقا، خضر کی طرح
ہم کو نشانِ آبِ بقا دے کے چلدیا

بیشک ہُوا طلوع تو تاریکیوں میں شمس
تھوڑی سی دیر ہمکو ضیا دے کے چلدیا

واللہ تیرا خون اکارت نہ جائے گا
ہر قطرہ تیرے خون کا اِک گل کھلائے گا

سید آرمان گیلانی

حبیب جالب

آہ! مولوی شمس الدینؒ آہ

دے گیا نذرانہ وہ جمہوریت کو جان کا
وہ جری الناس، مجاہد تھا بلوچستان کا

مرتے دم تک آمرانِ وقت سے لڑتا رہا
قتل "شمس الدینؒ" کا ہے قتل ہر انسان کا

پہلے بھی ہم سے نہ کوئی چارہ جوئی ہو سکی
خامشی سے ہم نے دیکھا قتل پاکستان کا

خون میں ڈوبی نظر آتی ہیں پھر یہ بستیاں
کوئٹے کا شور بھی، اِک شور ہے طوفان کا

جس نے ایماں کو نہ بیچا، سیم و زر کے واسطے
مرثیہ ہے میرے لب پر اس عظیم انسان کا

شہید کے عم زاد بھائی
سید محمد داؤد شاہ کے قلم سے

شہیدِؒ اسلام کا ایک عظیم کارنامہ

پیدائش

۱۹۴۵؁ کو فخر نوجوانان مجاہد ختم نبوت کے والد محترم حضرت مولانا الحاج سید محمد زاہد صاحب مدظلہ کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے فرزند سے نوازا جس کی شہادت پر آج تمام مسلمان خون کے آنسو بہا رہے ہیں۔ آپ ضلع ژوب صوبہ بلوچستان کے ایک معزز سید خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کی ولادت ضلع کے مرکزی شہر فورٹ سنڈیمن میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت

ابتدائی تعلیم آپ نے اسی شہر میں پائی اور اپنے والد صاحب کے زیرِ سایہ بہترین تربیت پائی۔ ۱۹۶۳؁ کو گورنمنٹ ہائی سکول فورٹ سنڈیمن سے اعلیٰ نمبروں میں میٹرک کیا اور حصول دینی تعلیم کی غرض سے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں داخلہ لیا۔ جو بلوچستان کے علماء، طلباء اور دیگر مسلمانوں کی نگاہ میں سب سے بڑا دارالعلوم ہے۔ یہاں پر ابتدائی کتابیں شروع کیں اور انہیں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہٗ جیسے علماءِ دین کی صحبت کا شرف حاصل ہوا۔ یہاں دو سال گذارنے کے بعد مدرسہ نیو ٹاؤن کراچی تشریف لے گئے اور وہاں مزید تعلیم حاصل کی۔ اسی دوران جمعیۃ طلباء اسلام کے اکثر اجلاسوں میں شرکت کرتے رہے اور اس کے پروگراموں پر عمل پیرا رہے۔ تقریباً دو سال کا عرصہ وہاں گزارنے کے بعد مدرسہ مخزن العلوم خانپور تشریف لائے اور امیرِ جمعیت حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی کے زیر سایہ ایک سال کا عرصہ گزرا۔ اس کے بعد مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ چلے آئے اور تعلیم پائی۔

تعلیم سے فراغت

گوجرانوالہ میں دورۂ حدیث کر کے سندِ فراغت حاصل کی۔ ترجمہ قرآن پاک امیر جمعیۃ سے خان پور میں کیا اور سند دورۂ تفسیر یہاں سے حاصل کی۔ مولانا صاحب ان سے بے لوث پیار محبت و شفقت کرتے تھے اور مولانا شہیدؒ ان کی بہت زیادہ خدمت کرتے تھے۔ ایک دفعہ جب مولانا ہسپتال میں زیر علاج تھے، تو آپ ہی تین ماہ تک ان کی خدمت کرتے رہے اور انہوں نے ہدایت کر رکھی تھی کہ مولانا شمس الدین کے علاوہ میرے پاس خدمت کے لیے کوئی نہ آئے۔ محبت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جب شہید ختم نبوت، ختم نبوت کی تحریک میں قید و بند کی صعوبتیں میوند کے پہاڑوں میں برداشت کر رہے تھے اور درخواستی صاحب فورٹ سنڈیمن تشریف لاتے تو انہوں نے ان کی والدہ کو کہلوا بھیجا کہ مجھے اس دسترخوان میں روٹی، اس گلاس میں پانی، اس پلیٹ میں ترکاری۔ غرض ان برتنوں میں وہی کھانا جو مولانا زیادہ پسند فرماتے اور کھاتے تھے بھیجیے۔ علاوہ ازیں انہوں نے حضرت درخواستی صاحب سے بیعت بھی کر لی تھی۔

انتخابات میں حصّہ

تعلیم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ایک سال تک جمعیۃ کے پروگراموں سے روشناس ہوتے رہے۔ چونکہ ان کی طبیعت شروع ہی سے جماعتی جد و جہد کی طرف مائل تھی۔ اس لیے جب ۱۹۷۰ء کے انتخابات کا اعلان ہوا تو آپکی سرگرمی اور زیادہ بڑھی۔ دوران انتخابات جب ایک دفعہ فورٹ سنڈیمن میں جماعت اسلامی کی طرف سے جلسہ منعقد ہوا تو آپ نے اس میں شان صحابہ زندہ باد کے نعرے لگائے اور جلسہ بری طرح ناکام ہوا۔ بہر حال آپ کو صوبائی اسمبلی کے لیے جمعیۃ کا ٹکٹ ملا اور انہوں نے انتخابی مہم میں پوری سرگرمی سے حصہ لیا۔ ان کے مخالف کئی امیدواروں نے انہیں مقابلے سے دست بردار ہونے کے لیے قتل کی دھمکیاں دیں، لیکن آپ نے جواب دیا کہ جب تک مجھے امیرِ جمعیت دست بردار ہونے کے لیے نہیں کہے گا میں الیکشن لڑوں گا۔ چاہے اس میں میری جان و مال کیوں نہ جائے۔ اس طرح انہوں نے ثابت کر دیا کہ علماء حق صرف زبانی نہیں بلکہ باطل کے مقابلے کے لیے عملی طور پر تیار ہیں۔ غرض ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں شہیدؒ نے مخالفین کو شکستِ فاش دی اور صوبائی اسمبلی کی نشست جیت لی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے پوشیدہ جوہر دکھانے اور اسلام کی خدمت

کرنے کا ایک سنہری موقع عطا فرمایا۔ اب آپ علماء حق کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور مخالفین کی آنکھوں کے خار بنے۔

اہم کارنامہ

اس دوران ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ جب سبّی میلہ (جو کہ نوابوں اور سرداروں کی ایک میٹنگ ہوتی ہے) گورنر ریاض حسین (جو کہ اس وقت بلوچستان کے فوجی گورنر تھے) کی زیر صدارت لگا تو آپ نے بھی اس میں شرکت کی اور جب نماز کا وقت ہوا تو آپ نے کھڑے ہو کر اذان دی۔ یہ دیکھ کر گورنر نے کہا کیا یہ آدمی دیوانہ ہو گیا ہے؟ بعد میں انہیں بتایا کہ یہ بلوچستان اسمبلی کا نو منتخب ممبر ہے۔ اور اذان دے رہا ہے۔ اس کے بعد مولانا مرحوم گورنر کے پاس آتے اور کہا کہ اسلامی تعلیمات کے پیش نظر امامت کے فرائض آپ ہی انجام دیں گے۔ اس نے جواب دیا کہ مولانا صاحب! مجھے اپنی نماز نہیں آتی اور آپ امامت کروا رہے ہیں۔ انگریزوں کے زمانے سے جب سے یہ جرگہ سسٹم شروع ہوا ہے۔ اس میں یہ پہلی اذان اور باجماعت نماز تھی۔

فریضۂ حج

اس دوران اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں اپنے گھر کی زیارت کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائی۔

ڈپٹی سپیکر اور امیر کا انتخاب

نیپ جمعیۃ کی مخلوط حکومت بننے پر آپ بلوچستان اسمبلی کے بلا مقابلہ اور متفقہ طور پر ڈپٹی اسپیکر منتخب ہوئے۔ بعد میں جمعیت کی تنظیم نو ہونے پر صوبائی امیر منتخب ہوئے۔ اور مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن بھی تھے۔ فرائض کی کثرت کے باوجود آپ کی فرض شناسی کی وجہ سے جمعیت نے ان کی قیادت میں کافی ترقی کی۔

تحریک ختم نبوت

۱۳ جولائی ۱۹۷۳ کو فورٹ سنڈیمن شہر میں پتہ چلا کہ مرزائیوں نے یہاں پر قرآن پاک کے تین ہزار تحریف شدہ نسخے تقسیم کیے ہیں مجاہد ختم نبوت نے اے۔ سی فورٹ سنڈیمن سے رابطہ قائم کیا کہ رات کو چھاپہ مار کر تمام نسخے قبضہ میں لے لو اور مرزائیوں کو چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر ضلع بدر کر دو دوسری صبح یعنی ۱۴ جولائی کو شہر میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس میں مختلف قراردادوں کے ذریعہ حکومت کے سامنے ۲ دو مذکورہ مطالبے پیش کیے گئے۔ بعد میں مطالبے پولٹیکل ایجنٹ کے سامنے پیش کرنے کے لیے لوگ جلوس کی شکل میں روانہ ہوئے راستے میں ایک بہائی مذہب والے کو (جو کہ ایرانی تھا۔ اس کی دکان کھلی تھی جب کہ سمجھایا گیا تھا کہ وہ دکان بند کر دے جب کہ پورا شہر بند ہے) اپنی دکان میں نامعلوم افراد نے قتل کر دیا پولٹیکل ایجنٹ نے مطالبے پورے کرنے کا وعدہ کیا۔ بعد میں اس دن نو افراد کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوتے جس پر لوگ مشتعل ہوئے اور ۳۶ چھتیس افراد نے رضاکارانہ طور پر اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کیا ان میں مولانا شہید سرفہرست تھے۔ بعد میں مولانا صاحب کو دھوکہ دے کر باہر بلایا گیا اور پھر واپس تھانے جانے نہ دیا۔

قیدیوں کی منتقلی

دو دن تک قیدیوں کو وہاں رکھنے کے بعد جب حکومت انہیں کسی دوسری جگہ منتقل کر رہی تھی تو تھانے سے دو سو گز ارد گرد کا علاقہ ممنوعہ قرار دیا اور بورڈ لگایا گیا کہ ممنوعہ علاقہ میں داخل ہونے والے کے لیے گولی کے سوا کچھ نہیں، لیکن یہ مرد مجاہد موٹر میں چند اور افراد کے ہمراہ بورڈ پار کر کے اندر گئے اور پوچھا کہ وہ قیدیوں کو کہاں لے جا رہے ہیں۔ جب ڈی۔ آئی۔ جی نے ان سے کہا کہ وہ کیوں ممنوعہ علاقہ کے اندر آئے ہیں اور پولیس کو حکم دیا کہ وہ مولانا کو موٹر سمیت گرفتار کریں جب پولیس نے گھیرا ڈالا تو آپ نے پستول نکال کر ڈی۔ آئی۔ جی کو نشانہ بنانا چاہا، لیکن وہ بھاگ کر تھانہ میں گھس گیا اور آپ پولیس کے گھیرے کو چیرتے ہوئے باہر آتے اور جب قیدیوں کو فوج کی پانچ گاڑیوں کی حفاظت میں شہر سے باہر کوئٹہ روڈ پر روانہ کیا گیا تو جیسا کہ ذیل میں ذکر ہے کہ سڑکوں کی ناکہ بندی ہو چکی تھی تو مولانا مرحوم نے چار اور افراد کے ہمراہ ان کا پیچھا کیا کہ لوگوں سے انہیں راستہ کھلوا دیں، لیکن فوج نے مولانا کو آگے جانے نہ دیا اور جب انہوں نے آگے جانے کی کوشش کی تو کئی دفعہ فوج کو ان کی موٹر کے ٹائروں پر فائر کرنے کا حکم ہوا، لیکن موٹر چھوٹی ہونے اور ٹائر دکھائی نہ دینے کی وجہ سے وہ ان پر فائر نہ کر سکی۔

گرفتاری

اسی رات یعنی ۱۷ جولائی کو انہیں گھر سے گرفتار کر لیا گیا اور ایک راستے سے بلوچستان سے باہر کہیں لے جانے کی کوشش کی گئی، لیکن راستے کے غیور عوام نے انہیں اس منصوبے میں ناکام کر کے چھوڑا۔ بعد میں انہیں ہیلی کاپٹر کے ذریعے لے جایا گیا اور حبس بے جا میں رکھا اور حکومت ان کی گرفتاری سے مسلسل انکار کرتی رہی۔ ادھر شہر میں تحریک ختم نبوت میں بہت زور پکڑا۔ بالآخر حکومت نے مجبور ہو کر ضلع بدر کر دیا اور یہ پاک مٹی مرزائیوں کے پلید قدموں سے نجات پا گئی۔ یہاں کے عوام نے ختم نبوت کی تحریک میں گرفتار ہونے والے قیدیوں کی رہائی کے لیے ایک ماہ اور چار دن کی زبردست تحریک چلائی جس میں تمام سڑکوں کی ناکہ بندی، شہر پر اپنا پورا قبضہ، ٹریفک کی معطلی، ۱۵۲ ایک سو باون

گھنٹوں کی پانچ پانچ مجاہدوں کی بھوک ہڑتال جس میں بہتر ۷۲، گھنٹوں کی بھوک ہڑتال بھی شامل تھی۔ متواتر ایک ہفتہ کی مکمل مثالی ہڑتال خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ جس کی مثال تاریخ میں بہت ہی کم ملے گی۔

آخر کار شہر کے پندرہ معززاور جید علمار کرام معتبرین شہر اور طلبار نے اڑتالیس گھنٹوں کی بھوک ہڑتال کی اور یہی اثر انداز ثابت ہوئی۔

قومی اسمبلی میں تحریک التوار

اسمبلی میں قائدِ جمعیۃ مولانا مفتی محمود نے تحریک پیش کی کہ کم از کم مجاہد کی لاش تو ورثار کے حوالے کی جائے، لیکن وہاں انہیں تسلی دی گئی کہ وہ میوند میں محفوظ اور زندہ ہیں۔

داخلی رٹ

اس کے بعد ہائی کورٹ میں رٹ داخل کی گئی۔ دوسرے دن اس کی سماعت ہوئی۔ حکومت تمام منصوبوں سے ناکام ہوکر پریشان ہوگئی۔

رہائی

تمام منصوبوں میں ناکامی کے بعد حکومت نے مولانا کو ایک ماہ گمنامی میں قید رکھنے کے بعد ۱۷ اگست کو کوئٹہ کے ہوائی اڈہ پر اتارا اور کہا کہ آپ آزاد ہیں۔

قید میں حالات

ان کا کہنا تھا کہ جب مجھے ہیلی کاپٹر کے ذریعے میوند پہونچایا گیا تو فوج جس کی تعداد آٹھ ۸۰۰ تھی کے محاصرے میں رکھا۔

تبلیغ

حقیقت ہے کہ اگر انسان چاہے تو ہر جگہ دین کی تبلیغ ہوسکتی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ مجھ پر پہلے چار دن تک فوج کے آٹھ افراد کا ایک دستہ تعین رہا۔ میں انہیں ہمیشہ تبلیغ کرتا اور مظالم کے مختلف واقعات سناتا جس سے فوجی ہمیشہ رو پڑتے۔ جب حکومت کو علم ہوا تو پھر روزانہ نیا گارڈ لے آتی، لیکن میں نے پھر بھی تبلیغ کا سلسلہ بند نہ کیا تو ایک دن فوج کے دستے نے مجھ سے کہا کہ آپ جو کچھ کرنا چاہیں کریں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ مزید یہ کہ جب ۱۴ اگست یعنی یوم پاکستان آیا تو ایک آفیسر نے مجھ سے کہا کہ آج یوم پاکستان ہے۔ آپ پاکستان کی سلامتی کے لیے دعا کریں۔ میں نے کہا کہ اس قریبی گاؤں میں فوج سمیت چلے جائیں گے اور وہاں عوام سمیت مسجد میں دعائیں مانگیں گے۔ تو جب مسجد گئے۔ میں نے منبر پر بیٹھ کر تقریر شروع کی تو موجودہ حالات کی حقیقت واضح کر کے رکھ دی اور خاص کر اپنی گرفتاری کے واقعات سناتے تو فوج اور عوام رونے لگے۔

پیش کش

ان کا کہنا تھا کہ مجھے وہاں پر گورنر اور وزیر اعلیٰ کی طرف سے مختلف پیغامات کے ذریعہ وزارت اعلیٰ، منہ مانگی مال و دولت اور عہدہ قبول کرنے کے بعد جو کچھ مرضی ہو کرنے کی پیش کش کی گئی، لیکن اس مرد مجاہد نے جواب دیا کہ میں تو آج قیدی اور مجرم ہوں۔ ایک قیدی کیسے وزیر اعلیٰ بن سکتا ہے؟ یہ کہہ کر تمام پیغامات مسترد کر دیتے۔ ایک دفعہ وزیر اعلیٰ خود ان کے پاس گئے۔ لیکن انہوں نے ان کی باتوں پر کان نہ دھرا۔

پریس کانفرنس

رٹ کی درخواست سے ایک دن قبل جب مولانا رہا ہوئے تو وہ عوام کے حالات معلوم کرنے کے لیے پہلے فورٹ سنڈیمن تشریف لائے اور بعد میں رٹ کے لیے کراچی روانہ ہوئے۔ وہاں پریس کانفرنس سے خطاب کیا اور ان تمام حالات کا پردہ چاک کر دیا اور بلوچستان میں ایرانی فوج لڑنے اور ایرانی ہیلی کاپٹر استعمال ہونے کا انکشاف کیا۔ انہوں نے کہا جس ہیلی کاپٹر میں مجھے میوند سے لایا گیا وہ بھی ایرانی تھا اس کا نمبر بھی بتلایا اور پائلٹ جو کہ ایرانی تھا کا نام بھی بتلایا۔

دلی خواہش

مولانا شہیدؒ کی ابتداہی سے یہ دلی خواہش تھی کہ ان کی جان و مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان ہو۔ گرفتاری کے بعد یہ جذبہ بہت زیادہ ہوگیا۔ ان کا کہنا تھا کہ میوند کے پہاڑوں میں بھی وہ اس کا شدت سے انتظار کرتے کہ کب ان گردن پر چھری چلائی جائے گی۔ اس کا ذکر وہ ہر جلسے جلوس، میٹنگ اور گھر میں اکثر اوقات کرتے اور اس کے لیے مولانا عبدالحمیدؒ کا قصہ دھراتے کہ جب انہیں انگریزوں نے قید کر لیا تو ان کی داڑھی مونڈھ لی اور بال دفن کر کے اس پر آگ جلائی۔ آپ ایک دفعہ ہنسے اور پھر روتے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ہنسے اس لیے کہ ان کی داڑھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان ہوئی اور روئے اس لیے کہ ان کا سر کب قربان ہوگا۔

شہادت

آخر کار مجاہد ختم نبوت کی یہ دلی تمنا پوری ہوئی اور جب ۱۳ مارچ ۱۹۷۴ء کو آپ کوئٹہ سے اپنی سرکاری کار میں فورٹ سنڈیمن تشریف لارہے تھے تو ظالم کے ظلم کا نشانہ بنے اور جام شہادت نوش فرمایا: انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس وقت آپ کی عمر انتیس سال تھی۔

مولانا شہیدؒ ایک نڈر، بے باک اور حق گو عالم دین تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی دین کی اشاعت اور اسلام کی خدمت کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ انہوں نے اپنے حسن اخلاق اور بہترین کردار کے باعث

باقی ص۶ پر

عاطف شیخ

ایک عظیم انسان

تاریخ اپنے صفحات میں انسانی فضل وکمال کی بہت سی داستانیں رکھتی ہے۔ بڑے بڑے فلاسفر پیدا ہوتے جنہوں نے اس کائنات اور انسانی زندگی کے راز معلوم کرنے کی کوشش میں اپنی زندگیاں ختم کر دیں۔ بڑے بڑے مناظر و متکلم ہوئے جن کی دقیقہ سنجیوں، نکتہ آفرینیوں قوت استدلال اور زورِ بیان کا ایک عالم نے لوہا مانا۔ بڑے بڑے مصنفین نظر آتے ہیں جن کی گراں قدر تصنیفات نے صدیوں کے الٹ پھیر اور مرورِ زمانہ کے باوجود بھی اپنی اہمیت نہ کھوئی اور دنیا کے علماء و فضلاء نے سر آنکھوں پر ان کو جگہ دی۔ اسی طرح اس آسمان دنیا پر علم و فضل اور حکمت و سیاست کے آفتاب جہاں تاب اپنی پوری تابانیوں سے چمکے اور عالم دنیا کو روشن کیا۔ نوعِ انسانی کی ہمدردی اور خدمت خلق کی لگن ہر وقت ان کو مضطرب کیے رکھتی ہے۔

اس پر نہ تو وہ کسی کی داد و تحسین کے طالب ہوتے ہیں اور نہ ہی توہین و تذلیل پر رنجیدہ خاطر۔ ان کی خدمات کا جب تذکرہ آتا ہے تو نگاہ عقیدت سے جھک جاتی ہے۔ راہ حق میں ان کی سرفروشیوں جاں سپاریوں اور قربانیوں کے آگے سر خم ہو جاتا ہے۔ گویا انہوں نے اپنے خون سے شجرِ اسلام کو سینچا اور اس کی آبیاری کی — ہاں ہاں اس قافلہ حق پیما سے ہیں وہ جنہوں نے اعلاءِ کلمۃ الحق کی خاطر جابر و ظالم حکمرانوں سے ٹکر لی۔ مسولینی کی کھوپڑی سے سوچنے والے اور ہٹلر کے اندازِ فکر کو اپنانے والے اقتدار کے نشے میں بدمست حکمرانوں کو للکارا کہ او ظالمو! ظلم سے باز آجاؤ میرے بلوچستان کے نہتے باسیوں پر فوج کشی بند کرو۔ عصبیتوں کو ہوا دیکر صوبوں کو آپس میں لڑانے کے ناپاک عزائم ترک کر دو۔ عوام کے بنیادی حقوق کو غصب کر کے اور شہری آزادیوں کو سلب کر کے مظلوم عوام کو سیاسی انتقام کا نشانہ نہ بناؤ۔ کہیں تمہارے ان افعالِ شنیع کی وجہ سے بنگلہ دیش کی طرح تاریخ میں ایک اور مرثیہ نہ محفوظ ہو جائے۔ ایک ناقابل فراموش مرثیہ۔ لیکن لیلیٰ اقتدار کے ان پجاریوں نے اس مرد قلندر کی ایک نہ سنی اور بڑی ڈھٹائی سے سیاسی مخالفین کو دبانے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہے۔ بلکہ خود ان کو اذیت و لالچ سے غرض کہ ہر طرح سے جادۂ حق سے ہٹانے کی کوشش کی گئی۔ ان کے قدموں میں دنیا کی جاہ و حشمت ڈالی گئی۔ راحت و آسائش کے تمام دروازے ان کے لیے کھول دیے گئے جن کے آگے پیران پارسا اور دعویدارانِ زہد و ورع بھی نہ ٹھہر سکے، لیکن اس مردِ حق آگاہ کی غیرت ملی اور حمیت اسلامی نے کلمۂ حق کے مقابلے میں اس ننگ کو گوارا نہ کیا اور پائے حقارت سے اپنے قائد مفکر اسلام سید العلام مولانا مفتی محمود کی طرح اس جاہ و حشمت کو ٹھکرا دیا اور یہ ثابت کر دیا کہ میرا اس سلسلۃ الذہب سے تعلق ہے کہ جو ایسے کٹھن مراحل میں بھی اپنے دامن کو آلودہ نہیں ہونے دیتے اور جلدو کی شمشیر برہنہ دیکھ کر بھی ان کے پائے استقلال میں کسی قسم کی لغزش پیدا نہیں ہوتی۔ اور سیاست کے ان نازک ترین لمحات میں بھی وہ ثابت قدم اور سینہ سپر رہے۔ وہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکراتے رہے اور بالآخر جان جان آفریں کے سپرد کر دی اور:

عاش سعیداً ومات شہیداً کا مصداق بن گئے۔ اس کی زندگی کتنی مختصر تھی نہایت ہی مختصر۔ لیکن دعوت و عزیمت کے ہزاروں ابواب کو تابدار و تابناک کیا۔ حریت کیشی کی جو شمع اس نے روشن کی وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مسلمانان پاکستان کے قلب و ذہن کو مستنیر کرتی رہے گی اور اس قندیل سے ہزاروں شمعیں اور جلیں گی۔ گویا اپنے کردار افعال و گفتار کے لحاظ سے وہ یک عہد آفریں شخصیت ثابت ہوئے۔

بھلا بتاؤ تو سہی کون ہیں یہ؟ یہی ہیں نا! مرد قلندر جمعیۃ طلباء اسلام بلوچستان کے سابق صدر، جمعیۃ علماء اسلام صوبہ بلوچستان کے امیر اور متحدہ جمہوری محاذ صوبہ بلوچستان کے نائب صدر۔ اور بلوچستان اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر:

مولانا شمس الدین
شہید رحمۃ اللہ علیہ

ایسا عظیم انسان

ضیغم اسلام

امجد علی شاکر بی اے

سیّد شمس الدّین شہید رح

مولانا محمد علی جوہر کے بارے میں پروفیسر رشید احمد صدیقی نے کہا کہ ان کی پیدائش مادر زاد تھی۔ لیکن وفات خانہ زاد —— ٹھیک یہی قول سیّد شمس الدین شہیدؒ پر بھی منطبق ہوتا ہے۔ آپ نے وفات کا انتخاب خود کیا اور ریشم و کمخواب کی جگہ خارزار راہِ حق کو چنا، تخت حکومت کی جگہ تختۂ دار پسند کیا عیش و عشرت کی جگہ مصائب و آلام کا انتخاب کیا اور استبداد اور استیلا کی جگہ ابتلا کی راہ اختیار کی۔

آپ کا طبعی میلان، فطری رجحان، ذہنی جھکاؤ اور دلی آرزو جہاد کی طرف تھی اور حق و صداقت کی علمبرداری کو آپ نے اپنی زندگی کا مقصد قرار دیا تھا آپ "زمانہ با تو نسازد تو بہ زمانہ بساز" کی بجائے "تو بہ زمانہ ستیز" کے علمبردار گروہ کے ایک فرد تھے۔ آپ اس دور میں پیدا ہوئے جب ضمیر و دماغ بازار کی چیزیں ہوں اور بیوا کی عصمت کی طرح فروخت ہوتی ہوں، لیکن آپ نے ان کی حفاظت کو مقصد زندگی بنایا اور ضمیر و دماغ کی متاعِ گراں مایہ کی حفاظت کے لیے جان کا نذرانہ پیش کرنے سے بھی دریغ نہ کیا۔

آپ نوجوان تھے اور نوجوانی ہی میں اسلام اور اسلامی اطوار و اقدار کو اپنی زندگی کے ہر شعبے اور ہر حصّے پر نافذ کر لیا تھا اور ملک پر نافذ کرنے اور کروانے کی جدوجہد میں زندگی وقف کر دی تھی۔ بلکہ زندگی پیش کر دی اس میں جہاں ان کے بے مثال و بے نظیر اساتذہ کی تربیت کا اثر تھا وہاں ان کی طبیعت اور فطرت کی عالی ظرفی بلند پروازی، حق شناسی اور حق گوئی بھی دخیل تھی جہاں آپ نیک اور پرہیزگار مخلص بزرگوں کی اولاد تھے وہاں آپ کو مجاہدین اسلام کا روحانی فرزند اور تربیت یافتہ ہونے کا شرف اور فخر بھی حاصل تھا۔

آپ اپنی مادری زبان پشتو میں اس روانی طغیانی اور اجمال و استدلال سے بولتے تھے کہ عقل حیران رہ جاتی اور زبانیں استحسان کرنے سے باز نہ رہ سکتیں۔ ان کے خطاب میں تلوار اور گرز کو برابر دخل تھا ان کی حق گوئی اور شعلہ فشانی کو دیکھ کر زمانہ پکارے بغیر نہ رہ سکتا تھا کہ ——

ع ضیغم ڈکارتا ہوا نکلا کچھار سے ——

اردو میں اگرچہ اس قدر مہارت نہ تھی لیکن پھر بھی بے تکلف بولتے تھے ایک دو مقامات پر تذکیر و تانیث کی لڑکھڑاہٹ کے سوا آپ ابوالکلامؒ اور احمد سعید دہلویؒ کی اس زبان میں بھی بے تکلف خطاب کر سکتے تھے۔ آپ خطاب میں موتی رولتے پھول چنتے اور جواہر پروتے تھے۔ آپ کی باتیں شبنم بن کر غنچوں کے جگر میں پیوست ہوتیں اور انہیں پھول بنا کر کھلاتی۔ وہ لوگ کہ ظلم و تعدی کو دیکھ کر ان کا دل تڑپتا دماغ سوچتا اور روح بے چین ہو جاتی، مگر خوف کی وجہ سے حق و صداقت کی صدا زبان پر بلند نہ ہوتی اور حق کی بات گلے میں پھانس بن کر اٹکی ہوئی تھی۔ آپ نے ان، لوگوں کو حوصلہ بخشا اور انہیں اس زندہ تمنا سے روشناس کرایا۔ جس نے ان کی روح کو گرمایا اور قلب کو تڑپا دیا اور حق و صداقت قول اور عمل بن کر ہاتھوں اور پاؤں سے ادا ہونے لگے اور یہ لوگ مجاہدینِ حق بن گئے۔ آپ کی قربانی نے آپ کو جاوداں کر دیا اور ہمارے دلوں میں ان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بسا دیا اب وہ ہماری تاریخ کا محسن قوم کا مجاہد اور ملت کا بہی خواہ شمار ہوتا ہے اور تاریخ ان کی ممنونِ احسان ہے، کیونکہ انہوں نے قوم کو اس راہ پہ لگا دیا جس پر چل کر قوم نے ایک عظیم کامیابی حاصل کی اور حضرت انور شاہ کاشمیری اور سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری کا مشن کامیابی کی منزل میں داخل ہو گیا۔

یہ حضرت سیّد شمس الدین شہیدؒ کی قربانی تھی اور ان کا خون ہی تھا جس نے ۹۰ سالہ پرانے مسئلہ کو تب و تاب بخشی نئی زندگی عطا کی اور اسکے حل کے لیے نئی جہات کی طرف چلنے کا اشارہ کیا —— پُرامن جدوجہد کی راہ کا —— سیاسی جدوجہد کی راہ کا —— اتحاد کی راہ کا —— اور کامرانی کی منزل نے آگے بڑھ کر مومنوں کے قدم چومے۔

حضرت شمس الدینؒ اب قربانی و ایثار کا نشان (SYMBOL) بن گئے ہیں اب ان کی یاد کبھی تو قدموں کو راہِ حق میں اٹھنے اور چلنے پر مجبور کر دیتی ہے، کبھی ہاتھوں کو انفاق کے لیے جیب کی طرف مائل کر دیتی ہے۔ کبھی گردن کا صحیح مصرف راہِ حق میں کٹنا ہی نظر آنے لگتا ہے۔ کبھی سینے میں جرائم مچلتے ہیں اور کبھی شہیدِ اسلام کا تصوّر ضمیر کے خانے میں کھڑا ہو کر غلط راہ سے روکتا ٹوکتا اور راہِ حق پہ گامزن کرتا ہے۔

حضرت سیّد شمس الدین پر نئی تہذیب

باقی صفحہ ۱۵ پر

اشفاق احمد بھٹہ
زرعی یونیورسٹی لائل پور

آنسو

شمس الدین مر گیا؟

شمس الدینؒ مر گیا؟ — نہیں نہیں — میرا آئیڈیل نہیں مر سکتا — یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہو گی —

کل ہی تو میں اس شیر دل سے ملا ہوں، اس کا حسین نورانی متشرع چہرہ میری آنکھوں کے سامنے گھوم رہا ہے — وہ کیسے مر سکتا ہے — اس کی تلخ و شیریں آواز میرے کانوں میں رس گھول رہی ہے — اگر اعتبار نہیں آتا، تو وہ دیکھو! شمس الدین تقریر کر رہا ہے — آواز سنائی نہیں دیتی تو میرے کانوں سے سنو! میری بصارت تمہارے لیے حاضر ہے، خود دیکھ لو — کیسے دھڑلے سے بول رہا ہے، موتی رول رہا ہے

اخبار والے جھوٹ بولتے ہیں — ریڈیو نے کب سچ کہا ہے — ٹیلیویژن کو سرکاری VIEWS کی عکس بندی سے فرصت ملے تو سرکار مخالف NEWS ہی نشر کر دے — حزبِ مخالف کی خبروں نے وہاں کب بار پایا ہے۔

— یہ سرکاری ناقوس ہیں — یہ ڈھنڈورچی تو ہر دور میں "سرکارِ عالی مقام" کے "آستانہ عالیہ" کی چوکھٹ پر سجدہ ریز نظر آئے ہیں — اور وہ مردِ بے گلیم تو سرکار سے برسرِ پیکار نظر آتا ہے — آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے — بلا جھجک، بلا خوف جب بڑے بڑے پارسا گرہی اقتدار کی زلفِ گرہ گیر کے اسیر ہو گئے تب یہ اس کے خلاف شمشیر ہو گیا —

لیکن — ہاں — یہ آج بے رونق بازار! بولو اس کے اجڑے گلستان کی داستان کیوں دہرا رہے ہیں — بلوچستان کے خاموش در و دیوار اپنے سینہ پر سیاہ جھنڈیاں کاہے کو سجائے ہوئے ہیں؟ عوام سراپا، احتجاج کیوں بنے ہوئے ہیں — پربت کی شہزادیوں — اور شہزادگانِ سنگ میل پر کس کے لیے سکتہ طاری ہے —؟

بتاؤ، بتاؤ جمعیۃ طلباء اسلام کے کارکنو! تمہارا جانثار و جانباز ساتھی، تمہارا سابق صدر جمعیۃ بلوچستان کہاں گیا؟ — کیا سابق ہونے کے بعد تم نے اس سے سابقہ ہی ختم کر لیا — مگر — مگر — تمہاری آنکھوں سے تو آنسوؤں کا سیلِ رواں بہہ رہا ہے — آخر کیوں؟ — پر عزم ساتھیو! تمھیں کیا ہو گیا ہے — کس کی نظرِ بد نے تمھیں آن دبوچا ہے — کس بلائے ناگہانی نے تمہارے کھنکتے قہقہوں کے فلک بوس تاج محل کو زمیں بوس کر دیا — کون ہے جس نے تم سے متاعِ خوشی کو چھین لیا ہے — کچھ تو بتاؤ —

اچھا جمعیۃ علماء اسلام والو، تم ہی بتا دو، تمہاری جماعت کے نوجوان بلوچستانی امیر کا کیا ہوا؟ ہیں! تم بھی تسبیحِ اشک پھیرنے میں مگن ہو — کہیں قیمتی ہیرا گنوا تو نہیں بیٹھے — بولو! بولو! شمس الدین کہاں گیا — ڈھونڈو! ڈھونڈو! وہ کہاں کھو گیا — آسمان کی بلندیوں میں، زمین کی وسعتوں میں — وقت کو اس کی ضرورت ہے — ہمیں اس کی چاہت ہے — آج تمہاری زبانیں گنگ کیوں ہیں — تم نے لب کب سے سی لیے — فصاحت و بلاغت تو تمہاری جیب کی گھڑی اور ہاتھ کی چھڑی ہے — لسان تمہارے گھر کی لونڈی ہے — الفاظ تمہارے ذہن کے دربان ہیں — گفتار و کردار میں کوئی تمہارا ثانی نہیں — تمہاری ماؤں ایسے کسی نے نڈر اور سحر انگیز و شب خیز خطیب نہیں جنے — آج روزِ محشر بھی تو نہیں کہ تمہارے درِ لب پہ قفلِ سکوت پڑا ہو اور چلمنِ چشم کی اوٹ سے جھانکتے ہوئے اشک خلافِ عادت بول رہے ہوں — آخر تمھیں، تمھیں کیا ہو گیا ہے — بولتے کیوں نہیں — بولو! — بتاؤ، شیرِ بلوچستان، کہاں ہے — فورٹ سنڈیمان سے مرزا غلام احمد کی اُمت کو دیس نکالا دلوانے والا بہادر کس طرف گیا — اُمتِ مرزائیہ کے اعضاء و جوارح کو بلوچستان سے چھٹی دلوانے والا خادمِ ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کدھر گیا —

اوہ! میرے اللہ! یہ کیا ہو گیا — بزمِ یار سے ہر اک پیامبر دستور کے خلاف ایک ہی خبر کیوں لا رہا ہے — شمس الدین مر گیا — نوجوانوں کے دِلوں کی دھڑکن رک گئی — ایک شمعِ حریت بجھ گئی — ایک قندیلِ راہِ حق گل ہوئی — اک پھول خزاں کی آگ نے جلا ڈالا،

ایک دیوارِ عزم کو اقتدار کے یاجوج ماجوج نے چاٹ لیا — کیا ذرائع ابلاغ عامہ نے سچ بولنا سیکھ لیا — جھوٹ کی عادت ترک کردی — نہیں، نہیں ایسا کبھی نہیں ہو سکتا — عادت کہیں اتنی جلد چھوٹ جائے، توبہ کیجیئے — لیکن یہ میرے دل کی دھڑکنوں کو کیا ہو گیا — یہ کیوں تیزی سے بھاگنے لگیں — کہیں آج اخبارات نے سہواً سچ تو نہیں بولا، نیوز ریڈر نشے میں تو نہ تھا کہ بہک کے سچی بات کہہ گیا — مَیں شاید پاگل ہو گیا ہوں — مَیں نادان بھی عجیب کیفیت میں گرفتار ہو گیا — انجانے وسوسوں — شیطانی وسوسوں کے گرداب میں کھو گیا ہوں — لیکن یہ — یہ وسوسے تو جانے پہچانے اور شناسا محسوس ہوتے ہیں — ہائے! میری آنکھوں سے یہ آنسو کیسے — ان کو کِس نے بلایا — یہ بِلا اجازت کیوں چلے آئے — یہ تو بڑے ظالم تھے، مَیں نے کئی مرتبہ انہیں بلانا چاہا لیکن یہ سنگدل ہاتھ نہ آئے اور پہلو بچا کر نکل بھاگے — مگر آج بے اختیار چلے آتے ہیں، رکنے کا نام ہی نہیں لیتے — صبر کا ایک بند تھا، جو ٹوٹ گیا — آنسوؤں کی یہ "غریب نوازی" بلا وجہ نہیں — آہ! میرا دَم کیوں گھٹنے لگا — نبض کیوں سبک گام ہو گئی — شاید کچھ ہونے والا ہے — کچھ ہونے ...... اللہ نہ کرے ...... اللہ نہ کرے —

لو! جام عمر بھرے جانے سے قبل ہی کفِ دستِ ساقی چھلک پڑا، شمس الدینؒ نے حسب عادت اپنا ایک اور وعدہ پورا کر دیا — سیّد زادے نے فرزندِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی لاج نبھا دی — مالک تاج و تختِ ختمِ نبوّت ﷺ کے روحانی سپوت نے متاعِ زیست عظیم مشن کے لیے قربان کر دی — نظامِ شریعت کا علمبردار سرکاری ترکش کے زہریلے بے رحم تیر کا شکار ہو گیا — ربوہ کے در و دیوار لرزہ بر اندام کرنے وَالا عمل کا پیکر چل بسا — عالمِ جاوداں کی طرف کوچ کر گیا — راہیٔ ملکِ بقا ہوا — شمس الدینؒ رتبۂ شہادت سے مشرف ہو گیا اور سیاہ رو حریفوں کی اَبدی ذِلّت و بدبختی اور رسوا کن مستقبل پر مہرِ صدیق ثبت کر گیا —

یاد رکھو! وہ حیاتِ جاوداں کا امین ہے — اس کے جیالے حرّیت پسند ساتھی — جمعیۃ طلباء اِسلام کے کارکن — زندہ ہیں — وہ مرا نہیں — میرا آئیڈیل ابدی و لازوال ہے — وہ کبھی نہیں مر سکتا — وہ شہید ہے — وہ زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا — اس کی تصویر میرے دِل کے ڈرائینگ روم کو زینت بخش رہی ہے — اسکی فوٹو ابھی تک میری دیوارِ ادراک پہ جوں کی توں آویزاں ہے — وہ! وہ دیکھو! وہ مسکرا رہا ہے — کیسی ابدی مسکراہٹ ہے اسکے ہونٹوں پہ — لازوال، مسکراہٹ — جس پہ کئی دلربا رجائیں قربان کی جا سکتی ہیں۔

شمس الدینؒ فکر نہ کر! تیرا عزم زندہ ہے
تیرے بھائی تیری قیادت میں کفن بر دوش ہیں۔
فورٹ سنڈیمان سے بلتستان تک
جھالاواں سے وزیرستان تک
بلوچستان سے "پشتونستان" تک
پشین سے بدین تک
کراچی سے کلاچی تک
لس بیلا سے تربیلا تک
قلات سے سوات تک
دیبل سے دیر تک

اِنقلابِ مصطفیٰ ﷺ بپا کرنے کیلئے
خلافت الٰہیہ کے اِجرا کیلئے

بقیہ سید شمس الدین شہیدؒ

نئے خیالات کا سایہ بھی نہ پڑا۔ آپ کا ذہن چودہ صد سالہ پرانے تصورات کا حامل تھا اور آپ کے لباس کی تراش خراش اور چال ڈھال میں بھی چودہ سو سالہ پرانی تہذیب جلوہ گر تھی۔ آپ پر نئی تہذیب اور نئے خیالات کا اثر ماش کے دانے پہ سفیدی کے برابر بھی نہ تھا۔ لوگ کامیاب جرنیل کا معیار مقبوضہ علاقوں کی وسعت اسیرانِ جنگ کی کثرت مالِ غنیمت کی زیادتی کو قرار دیتے ہیں مگر میرے نزدیک کامیابی کا معیار اور کامرانی کا پیمانہ ٹوٹی ہوئی تلوار بہتا ہوا خون تڑپتی ہوئی لاش کٹا ہوا سر اور سینے میں مچلتے ہوئے عزائم ہیں اور ایک اور تصوّر ؎

ہر ایک دَور کے آقا غلام ابنِ غلام
ہر ایک عہد کی تاریخ چند سودائی

اور اس لحاظ سے حضرت سیّد، شمس الدین شہیدؒ ایک کامیاب جرنیل عظیم مجاہد اور ایک تاریخ ساز شخصیّت تھے کیونکہ مسلمان کی کامیابی کی معراج مال و منال کو جمع کرنا نہیں۔ سرمایہ حیات کو راہِ حق میں لٹانا اور جسم و جاں راہِ حق میں کٹانا ہے اِس سے خدا تعالیٰ وہ حیاتِ جاوید عطا کرتا ہے جسے شہادت کہتے ہیں اور یہی مومن کی مطلوب و مقصود ہے اور ایک خوش قِسمت مسلمان کا ہی مقدّر ہو سکتی ہے کیونکہ شہادت کا جام پینے وَالے خدا کے حکم کے مطابق زندہ ہوتے ہیں گویا وہ موت کو بھی شکست دے دیتے ہیں جس سے کِسی کو مفر نہیں۔

اور مولانا شمس الدین شہیدؒ زندہ ہیں خدا کے ہاں بھی اور ہمارے دِلوں میں بھی۔

رفتید و لے نہ از دلِ ما —

ہرگز نہ میرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت اَست بر جریدۂ عالم دوامِ ما

حمادؔ سواتی

مولانا سید شمس الدین شہیدؒ کا قاتل؟

مولانا سید شمس الدین شہیدؒ مارچ ۷۴ء کے پہلے ہفتے گھر سے روانہ ہوکر کوئٹہ پہونچے، تو صوبائی جنرل سیکرٹری جمعیۃ علماء اسلام جناب محمد زمان خان اچکزئی نے حضرت الامیر مولانا محمد عبداللہ درخواستی دامت برکاتہم کا وہ پیغام آپ کو پہونچایا جو حضرت مدظلہ نے مدینہ منورہ میں مولانا شمس الدین کے لیے خان صاحب کے سپرد کیا تھا۔ پیغام یہ تھا کہ آپ گورنر بلوچستان خان احمد یار خان سے ملاقات کریں اور ان کو اس گفتگو کے بارے میں یاد دہانی کرائیں جو میرے اور ان کے درمیان کم وبیش دو سال قبل ہوئی تھی اس گفتگو میں خان موصوف نے حضرت درخواستی سے کہا تھا کہ مجھے تمام جماعتوں کے منشور پڑھنے کا موقع ملا ہے اور سب سے زیادہ جمعیۃ علماءؑ اسلام کا منشور مجھے پسند کیا ہے۔ اس لیے جب بھی مجھے موقع ملا میں اس کے مطابق عمل کروں گا حضرت درخواستی نے پیغام دیا کہ اب تو آپ گورنر ہیں اپنے وعدے کا ایفا کیجیے۔ مولانا شمس الدین شہید امیر محترم کی ہدایت پر گورنر بلوچستان سے ملے اور پیغام پہونچایا۔ خان موصوف نے جواب دیا کہ وزیر اعظم بھٹو بھی اسلامی سوشلزم چاہتے ہیں۔ اس لیے آپ ان سے تعاون کریں پھر گورنر صاحب نے مولانا شمس الدینؒ کو وزارت کی پیش کش کرتے ہوئے دعوت دی کہ آپ نیپ سے تعلق توڑ لیں۔ مولانا شہیدؒ نے کمال استغناء سے وزارت کی اس پیش کش کو مسترد کر دیا اور حضرت الامیر کو ملاقات کی رپورٹ دینے کی غرض سے خان پور روانہ ہوگئے۔ خان پور پہونچے، حضرت مدظلہ سے ملاقات ہوئی۔ دوسرے دن صبح حضرت درخواستی مدظلہ نے پنجاب جمعیۃ کے کنونشنوں میں شرکت کی غرض سے لاہور روانہ ہونا تھا۔ مولانا شمس الدینؒ حضرت الامیر مدظلہ، کو رخصت کرنے کے لیے ریلوے اسٹیشن پر آئے۔ رخصت سے قبل معانقہ ہوا۔ حضرت درخواستی نے فرمایا: ”مولوی شمس الدین! مجھے تمہارے چہرے پر نور نظر آرہا ہے۔ شاید یہ ہماری آخری ملاقات ہو۔ جاتے ہی دین کا کام شروع کردو“

حضرت الامیر کو رخصت کرنے کے بعد مولانا شہیدؒ مخدوم العلماء والمشائخ حضرۃ دین پوری دامت برکاتہم کی زیارت کے لیے دین پور تشریف لے گئے۔

آخری تقریر

واپسی پر رحیم یار خان جمعیۃ علماء اسلام نے سبزی منڈی چوک میں جلسہ عام کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ مولانا شمس الدین نے جلسہ عام سے خطاب کیا۔ یہ شہید کی آخری تقریر ہے جو ٹیپ ریکارڈ ہو چکی ہے اور اب قارئینِ ترجمان اسلام کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔ تقریر سے فراغت کے بعد ۱۰ مارچ بروز اتوار وہاں سے روانہ ہوکر رات سبی پہونچے اور حضرت الامیر مدظلہ کے حکم کی تعمیل میں جماعتی تنظیم و رابطہ کا کام شروع کردیا۔ احباب و رفقاء سے ملاقات کی، جماعتی مسائل پر تبادلہ خیال ہوا۔ صوبائی امیر حضرت مولانا ابوبکر اور ناظم حضرت مولانا عبدالواحد بھی اس روز سبی میں تھے۔ رات سبی قیام کیا اور پیر کو صبح کوئٹہ پہونچ گئے۔ صوبائی کنونشن کی تیاریوں کے لیے ۱۶؍مارچ کو مجلس عاملہ کا اجلاس طلب کر رکھا تھا۔ گھر سے والد محترم کا پیغام ملا کہ آکر مل جاؤ۔ کافی دیر ہوگئی ہے۔ اس خیال سے کہ اجلاس سے قبل وقت ہے۔ ۱۳؍مارچ کو کوئٹہ سے فورٹ سنڈیمن کے لیے روانہ ہوگئے۔ فورٹ سنڈیمن کوئٹہ سے کم وبیش دوسو میل کے فاصلہ پر ہے۔

شاہ وزیر

مبینہ طور پر روانگی کے موقع پر فورٹ سنڈیمن ہی کا ایک شخص شاہ وزیر بھی ساتھ سوار ہوا۔ یہ شخص خود بھی سمگلر ہے اور خاندان کے دوسرے افراد بھی جرائم پیشہ ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ نیپ جمعیۃ حکومت کے دوران نیپ میں تھا۔ پھر پشتون خواہ نیپ میں شامل ہوا اور بعد میں پیپلز پارٹی میں چلا گیا۔ گذشتہ دو تین ماہ سے غائب تھا۔ اس واقعہ سے دو روز قبل فورٹ سنڈیمن آیا اور مولانا سید امام شاہ صاحب سے جو جمعیۃ کے سرگرم کارکن ہیں پوچھا کہ مولانا شمس الدین کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ کوئٹہ میں ہیں۔ پھر یہ شخص کوئٹہ چلا گیا اور روانگی کے روز مولانا شمس الدین سے کہا کہ میں نے بھی فورٹ سنڈیمن جانا ہے۔ مجھے بھی ہمراہ لیتے جائیں۔ روانگی سے قبل اس نے ڈرائیور سے پوچھا کہ تم نے بھی ساتھ جانا ہے؟ ڈرائیور نے بتایا پتہ نہیں مولوی صاحب مجھے ساتھ لے جاتے ہیں یا خود ہی گاڑی چلائیں گے۔ اس نے پھر ایک دو بار ڈرائیور سے دریافت کیا اور اس نے یہی جواب دیا۔ روانگی

ئے وقت مولانا شمس الدین رہ نے ڈرائیور سے گاڑی کی چابیاں لے لیں اور کہا کہ تم یہیں رہو۔ مَیں جاتا ہوں۔ پھر آپ کوئٹہ سے فورٹ سنڈیمن روانہ ہوگئے۔ شاہ وزیر مولانا کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھا تھا۔ اسے مولانا شہیدؒ کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھے بہت سے افراد نے بلکہ خود مولانا شہید کے بھائی سید ضیاء الدین صاحب نے جو ایک ٹینکر پر فورٹ سنڈیمن سے کوئٹہ آرہے تھے، دیکھا۔

آخری عمل

کوئٹہ اور فورٹ سنڈیمن کے درمیان قلعہ سیف اللہ ایک بڑا بازار اور قصبہ ہے۔ وہاں سے جب آگے گذر گئے تو دیکھا کہ ایک جیپ کو حادثہ پیش آیا ہے اور کچھ فوجی زخمی ہیں۔ مولانا موصوف نے زخمیوں کو اپنی گاڑی میں بٹھایا اور قلعہ سیف اللہ کے ہسپتال میں داخل کرانے کے لیے واپس ہوتے۔ اس موقع پر شاہ وزیر شائد یہ کہہ کر اتر گیا کہ آپ داخل کراکر آجائیں میں پیشاب وغیرہ سے فارغ ہوتا ہوں۔ واپسی پر سوار ہو جاؤں گا۔ مولانا شہیدؒ قلعہ سیف اللہ سے واپس ہوتے۔ ایک جگہ نماز ادا کی اور پھر فورٹ سنڈیمن کے لیے روانہ ہوگئے۔ شاہ وزیر اب اگلی سیٹ کی بجائے پچھلی سیٹ پر سوار ہوا۔ اس حالت میں بھی متعدد افراد نے اُسے دیکھا۔

شہادت

ابھی بمشکل دو میل کا فاصلہ طے کر پاتے ہوں گے کہ موضع خل گئی کے قریب اس شقی القلب نے پیچھے سے مولانا شمس الدینؒ کی کنپٹی پر پستول کی نالی رکھ کر فائر کر دیا۔ اس نے تین گولیاں چلائیں۔ دو دماغ میں اور ایک بالائی جبڑے میں پیوست ہوگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، نور اللہ مرقدہٗ ورحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ قرائن کے مطابق اس شخص نے خود گاڑی کو بند کیا۔ اگلی سیٹ پر پاؤں کے نشان اور سوئچ بورڈ پر ہاتھ کے نشان موجود ہیں۔ گاڑی کچھ دیر چکر کاٹتے ہوئے سڑک سے کچھ فاصلے پر کھڑی ہوگئی۔ اور قاتل فرار ہوگیا۔ کم وبیش اسی وقت قریب کے لوگوں کے بیان کے مطابق وہیں کچھ فاصلے پر ایک جیپ کے مسلسل اور بظاہر بے مقصد ہارن کی لگاتار آواز آتی رہی۔ ملزم جائے واردات سے چکر کاٹتا ہوا پہاڑ پر ایک بستی تک پہونچا۔ پھر واپس سڑک پر اس مقام تک آیا جہاں سے ہارن کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

شاہ وزیر کہاں ہے؟

مختلف حلقوں کی طرف سے شاہ وزیر کے بارے میں مختلف اور متضاد اعلانات کیے جارہے ہیں، مگر ہم فورٹ سنڈیمن سے واپسی پر ڈیرہ اسماعیل خان پہونچے تو سننے میں آیا کہ اسے ڈیرہ اسماعیل خان میں اس سانحہ کے بعد تیسرے روز دیکھا گیا ہے۔ یہ بھی سنا گیا ہے کہ اس کا عزم راولپنڈی جانے کا تھا، لیکن اس وقت تک اس کیس کے سلسلہ میں اس کا نام منظر عام پر نہ آیا تھا۔

شہادت کے بعد مولانا شہیدؒ کو سب سے پہلے گل محمد مندوخیل نے دیکھا اور قلعہ سیف اللہ کے حکام کو اس کی خبر دی۔ اس کے بعد یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح بلوچستان میں پھیل گئی۔

مولانا شمس الدینؒ کے والد حضرت مولانا محمد زاہد مدظلہٗ کو پہلے اطلاع ملی کہ مولانا شمس الدینؒ کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے۔ وہ فورٹ سنڈیمن سے فوراً جائے واردات کی طرف روانہ ہوگئے مگر وہاں پہونچ کر اصل قصہ کا علم ہوا۔ کوئٹہ میں جناب مولانا عبد الواحد صاحب کو بھی اطلاع ہوگئی۔ جناب محمد زمان خان اچکزئی اپنے گھر گلستان میں تھے۔ رات ۱۱ بجے کے قریب انہیں اطلاع ملی۔ جمعیۃ کے مرکزی قائدین کوٹ ادو ضلع مظفر گڈھ میں علاقائی تربیتی کنونشن میں شریک تھے کہ انہیں نیپ کے جنرل سیکرٹری سید قصور گردیزی نے ملتان سے بذریعہ فون اطلاع دی۔ کوئٹہ فون پر رابطہ قائم کیا تو تصدیق ہوگئی اور اس طرح رات ہی رات جمعیۃ کے مرکزی وصوبائی قائدین تک یہ روح فرسا اطلاع پہونچ گئی۔ مولانا شہیدؒ کے زخموں کا معائنہ کیا گیا اور صرف ایک گولی نکالی جاسکی، دوسری گولیاں اندر ہی رہنے دی گئیں۔

انتہائی المناک دن

۱۴ مارچ جمعرات کا دن پُورے ملک میں جمعیۃ علماء اسلام کے حلقوں کے لیے انتہائی کربناک والمناک تھا جب صبح ریڈیو اور اخبارات کے ذریعہ مولانا سید شمس الدین شہیدؒ کی شہادت کی خبر ملک بھر میں پھیل گئی۔ ملک کے سیاسی حلقے، دیندار حضرات، جمعیۃ کے اکابر، کارکن معاون اور شہیدؒ کے اساتذہ، رفقاء واحباب مجسمہ رنج والم بن گئے۔ بستی بستی اور قریہ قریہ صف ماتم بچھ گئی۔ مدارس میں تعطیل کر دی گئی۔ قرآن خوانی کی محافل منعقد ہوئیں اور اس ۲۹ سالہ نوجوان کی بے پناہ دینی خدمات پر شاندار خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ ادھر فورٹ سنڈیمن میں انتہائی الم وکرب کے ساتھ محبوب قائد کو سپرد خاک کرنے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ کوئٹہ سے مولانا عبد الواحد صاحب کی معیت میں ایک قافلہ پہونچ چکا تھا اور جدھر جدھر خبر پہنچی لوگ دیوانہ وار فورٹ سنڈیمن کی طرف چل پڑے پورے علاقہ میں دکانیں بند تھیں۔ کاروبار معطل تھے۔ کیا بڑے کیا چھوٹے سب رنج والم میں ڈوبے ہوئے تھے، مگر مولانا شہیدؒ کا خاندان صبر و استقامت کے ساتھ اس امتحان کا سامنا کر رہا تھا۔ والد محترم مولانا سید محمد زاہد جوان بیٹے کی خون سے لت پت لاش دیکھ کر بھی اپنے آپ پر ضبط کیے ہوئے تھے۔ بلکہ دوسرے

غم زدگان کو تسلی دیتے تھے اور کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے شمس الدین کی قربانی قبول فرما لی ہے ۴ر بجے عوام کے بے پناہ ہجوم نے جس میں علماء کرام، سیاست دان، کارکن اور ہر طبقہ کے افراد تھے۔ حضرت مولانا سید محمد زاہد کی امارت میں نماز جنازہ ادا کی۔ اس سے قبل کم و بیش دو تین گھنٹوں تک لوگ اپنے محبوب رہنما کا آخری دیدار کرتے رہے۔ نماز جنازہ سے فارغ ہوئے تھے کہ صوبائی جمعیۃ کے جنرل سیکرٹری سینیٹر محمد زمان خان اچکزئی دیگر احباب کے ہمراہ پہونچ گئے۔ خان موصوف نے اپنے امیر کا آخری دیدار کیا۔ داڑھی، رخساروں اور آنکھوں کو بوسہ دیا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی اس امانت کو سپرد خاک کر دیا گیا

خون میں خوشبو

مولانا سید امام شاہ اور خان محمد زمان خان نے بتایا کہ مولانا سید شمس الدینؒ کے خون مقدس سے ایسی خوشبو آرہی تھی کہ اس جیسی خوشبو کسی چیز میں نہیں دیکھی۔ حتیٰ کہ بعض افراد نے جن کے ہاتھوں کو خون لگ گیا تھا سارا دن خون نہیں دھویا۔ یہ خوشبو لوگوں نے عام طور پر محسوس کی۔

کوئٹہ میں فائرنگ

مولانا شمس الدینؒ کی شہادت کی خبر کوئٹہ پہونچی تو رنج و کرب اور غم و غصہ کی لہر پورے شہر میں دوڑ گئی۔ جماعتی کارکنوں اور جمعیۃ طلباءُ اسلام نے دوسرے روز شہر میں احتجاجی جلسہ و جلوس کا پروگرام ترتیب دیا۔ محمد زمان خان اچکزئی نے ڈی۔ سی سے کہا کہ شہر میں دفعہ ۱۴۴ اٹھا کر لوگوں کو رنج و غم کے اظہار کا موقع دیں، لیکن ڈی۔ سی صاحب نہ مانے۔ خان صاحب موصوف نے عبدالصمد خان اچکزئی کے قتل کا حوالہ دیا کہ وہ رکن اسمبلی تھے اور ان کی المناک موت پر سرکاری طور پر تعطیل بھی ہوئی تھی اور دفعہ ۱۴۴ اٹھا کر لوگوں کو اظہارِ رنج و غم کا موقع بھی دیا گیا تھا۔ اب ڈپٹی سپیکر شہید ہوئے ہیں تو آپ کو فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دفعہ ۱۴۴ اٹھا لینی چاہیے، مگر ڈی۔ سی صاحب نے نہ ماننا تھا نہ مانے، بلکہ مشورہ دیا کہ آپ چار چار افراد کی ٹولیوں کی صورت میں جلوس نکالیں تاکہ دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی نہ ہو۔ چنانچہ دوسرے روز یعنی جمعرات کو اس پروگرام کے مطابق جلوس طے کیا گیا کہ چار چار افراد کی ٹولیوں کی صورت میں جلوس نکالیں گے اور قانون کو ہاتھ میں لینے کی بجائے رنج و غضب کا پرامن مظاہرہ کریں گے۔

پروگرام کے مطابق منان چوک میں جلوس کے لیے کارکن اور عوام جمع ہونے شروع ہوئے تو پولیس بھی بھاری تعداد میں موجود تھی۔ حکام نے جلوس کے منتظمین سے کہا کہ آپ لوگ جلوس نہ نکالیں، کیونکہ یہ قانون کے خلاف ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم چار چار افراد کی صورت میں نکلیں گے اور یہ خلافِ قانون نہیں ہے۔ خود ڈی۔ سی صاحب سے اس سلسلہ میں بات ہو چکی ہے۔ ابھی جلوس ترتیب دیا جا رہا تھا اور دو تین ٹولیاں تیار ہوئی تھیں کہ پولیس نے جلوس کو گھیرے میں لے لیا اور منتشر ہونے کا حکم دیا۔ جلوس نے منتشر ہونے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم قانون کی پابندی کرتے ہوئے جلوس ضرور نکالیں گے۔ اس پر پولیس کی طرف سے آنسو گیس کے شیل پھینکے گئے۔ جب اس پر بھی ہجوم منتشر نہ ہوا تو فائرنگ کا آغاز ہو گیا۔ محتاط اندازے کے مطابق پونے دو گھنٹے تک مسلسل اور پھر ایک گھنٹہ تک وقفہ سے فائرنگ ہوتی رہی۔ جواب میں ہجوم کے شرکا نے بھی پتھروں سے کام لیا۔ نتیجتاً کم از کم چھ افراد ہلاک اور ۱۰۰ سے زائد زخمی ہو گئے۔ فوج آئی اور اس نے اس ہنگامہ پر قابو پایا اور اس طرح کوئٹہ کے حکام نے رنج و الم کا مظاہرہ کرنے والوں کے لیے مزید رنج و الم کا سامان فراہم کر دیا۔

قائدین کی آمد

امیر مرکزیہ حضرت درخواستی دامت برکاتہم اور قائد جمعیۃ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کو جمعہ کے روز کوئٹہ کے لیے طیارے کی سیٹیں ملیں۔ دونوں رہنما جب کوئٹہ پہونچے تو خان محمد زمان خان اچکزئی نے جماعتی کارکنوں کے ہمراہ انتہائی سوگوار فضا میں قائدین کا خیر مقدم کیا، ہوائی اڈہ سے فورٹ سنڈیمن کے لیے روانگی ہوئی۔ عشاء سے قبل وہاں پہونچ گئے حضرت مولانا سید محمد زاہد صاحب مدظلہ اور دیگر افراد خاندان سے قائدین نے اظہار تعزیت کیا۔ ہفتہ کے دن صبح دس بجے جمعیۃ علماء اسلام فورٹ سنڈیمن کے زیر اہتمام جلسہ عام مولانا سید میرک شاہ صاحب سرپرست جمعیۃ علماء اسلام فورٹ سنڈیمن کی صدارت میں منعقد ہوا۔ عوام کا بے پناہ ہجوم قائدین کے ارشادات سے مستفید ہونے اور محبوب رہنما کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے جمع تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ اس سے قبل فورٹ سنڈیمن میں اتنا بڑا اجتماع نہیں دیکھا گیا تلاوت کلام پاک کے بعد پشتو شاعر حاجی سید فریادی رسول نے پشتو میں دلگداز نظم پڑھی۔ پھر امیرِ مرکزیہ حضرت درخواستی مدظلہ، حضرت مولانا عبدالغفور صاحب۔ کوئٹہ اور قائد جمعیۃ علماء اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نے عوام سے خطاب فرمایا۔ جلسہ کے اختتام پر قائدین جمعیۃ اور کارکن ایک جلوس کی شکل میں مولانا سید شمس الدین کی قبر پہ فاتحہ خوانی کے لیے پہونچے۔ وہاں حضرت الامیر مدظلہ نے اپنے مخصوص انداز میں مرحوم کے درجات کی بلندی کے لیے دعا فرمائی۔

رپورٹنگ۔ قاری حماداللہ شفیق

شہیدِ اسلام کی
آخری تقریر

یہ تقریر رحیم یار خان میں کی گئی تھی جو لفظ بہ لفظ ٹیپ ریکارڈ سے رپورٹ کی گئی ہے۔

صدرِ محترم! میرے عزیز دوستو! وطلباءِ کرام! میں آپ لوگوں کے سامنے چند ایسے واقعات اور کچھ حالات بیان کروں گا۔ جبکہ بدقسمتی سے اس ملک میں جبکہ آپ کا ہر فرد بلکہ ہر شہری اس چیز کا حق رکھتا ہے اس کے سامنے چاہے ملک کا وفادار ہو، جیسے کہ آجکل حکمران ٹولہ، چاہے اس ملک کا غدار ہو، جیسے ہم پہ لیبل لگایا ہوا ہے۔ کم از کم آپ کا ایک شہری، حق یہ تھا کہ جب چوبیس گھنٹے متواتر ٹی۔ وی (T.V) اور ریڈیو پہ وہ اپنے گیت سنواتے ہیں۔ آپ کم از کم چوبیس گھنٹے میں اگر چوبیس منٹ نہ سہی تو چوبیس سیکنڈ بھی ہماری باتیں آپ کو سنواتا تو لازماً آپ کے ذہنوں میں جو انتشار پایا جاتا ہے اور ہمارے درمیان جو دوری اور بعد پایا جاتا ہے اور جو خلیج واقعہ کیا جاتا ہے تو لازماً وہ نہ ہوتا اور مجھے یہ یقین ہے کہ پھر یہ بھی نہ ہوتے۔ بہرحال! یہ میں نے صرف آپ لوگوں کو ایک شہری حقوق اور ایک پاکستانی کی حیثیت سے آپ کے حق کا احساس دلایا ہے کہ یہ آپ کا حق ہے اور اس کے بعد آپ ہمّت کریں۔ اپنے حق کے حصول میں کامیاب ہوں گے۔ تو میں آپ کو مجاہد کہوں گا اور اگر آپ خاموش بیٹھیں گے تو میں آپ کو بزدل کہوں گا۔ بہرحال یہ ملک اور یہ خطہ جس غرض اور جس مقصد کے لیے حاصل کیا گیا ہے وہ تمام حضرات کو واضح اور معلوم ہے، میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس ملک میں اور اس خطہ پر جتنی توہینِ اسلام کی ہوئی ہے اور جتنی توہین خدا کے قرآن کی ہوئی ہے اور جتنا ناموس محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم) کو لوٹا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ دنیائے تاریخ میں اس جیسی بدترین مثال کوئی قوم ہی نہیں پیش کرسکتی۔

ناموسِ رسالت

آج آپ دیکھتے ہیں کہ آپ کے قرآن کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے اور ختم نبوّت کو پارہ پارہ کر چکے ہیں اور اس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ تو میرے ساتھیو! اگر ہمارا یہی حشر رہا تو لامحالہ ہم یہی کہیں گے اگر ہم قیامت کے روز محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں گے تو لامحالہ وہ یہی ایک کہیں گے کہ میری ناموس لٹ رہی تھی۔ اور قرآن پر ظلم ہو رہا تھا۔ ذرا یہ بتاؤ کہ آپ حضرات کہاں تھے؟ بہرحال حضرات! میں تو یہ مصمم ارادہ کیا ہے کہ جب تک میرے جسم میں جان ہے اور میرے رگوں میں ایک خون کا قطرہ ہے اور جبکہ میں نے اپنے ہاتھ سے اور بیوقوفی کر کے اپنے نام کے ساتھ سیّد لکھا ہوا ہے تو میں اپنے نانے صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس پہ اس بھٹو کی حکومت میں ایسا مرمٹوں گا کہ یہ بھی حیران ہوگا۔ اور ان کے کان میں یہ آواز پہنچنی چاہیئے کہ بھٹو صاحب! یہاں مرزائیت کا راج نہیں چل سکتا اور یہ میں پھر واضح الفاظ میں کہہ دنیا ہوں کہ وہاں بلوچستان میں ہم نے ختم نبوّت کی جو تحریک چلائی تھی، اور ہم نے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس کی حفاظت کی جو تحریک چلائی تھی۔ آج میں پھر حکومت سے کہتا ہوں کہ اس ماہ کی ۲۵ — تاریخ کو میں نے پھر الیکشن کمیٹی کا میٹنگ بلایا ہے اور آج پھر جب میں یہاں سے جاؤں گا تو وہ تحریک اسی طرح چلے گی جس طرح ہم نے چلائی تھی اور جب تک بلوچستان میں مرزائیت کا نام و نشان ہم نہیں مٹائیں گے تو وہاں ہمارا آرام سے بیٹھنا ہم پہ حرام ہے۔

حکومت کی طاقت

حضرات! ہم نے تمہاری طاقت دیکھ لی، تمہاری فوج ہم نے دیکھ لی۔ شرم آنی چاہیئے تمہیں۔ ختم نبوّت کے تحفّظ کے لیے جو تم نے ہم پہ فوج استعمال کی اور جو تمہاری بندوقیں ہمارے سامنے تانی وہیں تمہیں شرم آنی چاہیئے کہ تمہارا کوئی ڈپٹی کمشنر، تمہارا کوئی ڈی۔ آئی۔ جی پولیس تمہارا کوئی بھی افسر اس وقت تک اپنے بنگلے سے

بل نہیں سکتا تھا جب تک کہ جامع مسجد کے منبر سے وہ منبر جس پر محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھتے تھے اس سے اس کو ایک چٹ نہیں ملا کرتی تھی اور اس کو رخصت نہ ملتی اس وقت تک وہ اپنے بنگلے سے نہیں نکل سکتا تھا۔

مجھے اس چیز پر فخر ہے۔ آج بھی اگر تم کہتے ہو کہ بلوچستان والے غدار ہیں۔ ملک کے حضرات! بھلا یہ بتلاؤ کہ ۱۵ دن جب تمہاری انتظامیہ ہمارے ہاتھ میں تھی۔ اس وقت غداری کا کیا ثبوت تم پیش کر سکتے ہو؟ اگر اس دن ہم یہ اعلان کر دیتے۔ چاہے جس نام پر ہو تو تم یہ بتاؤ کہ تم کیا کر سکتے تھے اور آج بلوچستان کی عوام کو یہ دھبہ لگایا جا رہا ہے کہ بلوچستان کی عوام اس ملک کی وفادار نہیں۔

آؤ حساب کر لو !!

تو میں کہتا ہوں کہ حضرات! آؤ ذرا ہمارے ساتھ حساب کر لو۔ تاریخ کے اوراق پلٹو جب تمہارا یہ پاکستان بن رہا تھا تو فرنٹیر نے اور بلوچستان نے ریفرنڈم کے ذریعہ سے ووٹ دیا تھا کہ ہم پاکستان چاہتے تھے۔ وہی تم تھے جو تمہیں ڈنڈے کے زور سے پاکستان میں ملایا گیا تھا۔ آج تم پاکستان کے ٹھیکیدار بنے ہوئے ہو۔ میں اپنے ووٹ کے ذریعہ سے۔ ریفرنڈم کے ذریعے سے پاکستان کو چاہتا ہوں اور تمہیں ڈنڈے کے زور سے جو ہے پاکستان میں ملایا جاتا ہے۔ تم پھر وفادار اور میں غدار؟ آیا تم غدار ہو یا میں غدار ہوں؟ میں کہتا ہوں کہ تم غدار ہو۔ اس کا کھلم کھلا ثبوت یہی ہے کہ ”وہاں تم یہاں ہم“ اپنی کرسی کی خاطر سات کروڑ مسلمانوں کا ایک عظیم خطہ تم نے الگ کر دیا۔ ذرا یہ تو بتاؤ کہ تم غدار یا ہم غدار؟ -

بہر حال حضرات! اس وقت لوگوں کو ایسا دبایا ہوا ہے، لوگوں کو ایسے شکنجے کھینچا ہوا ہے کہ کوئی شخص یہ تو نہیں کہ سکتا کہ فلاں ”مردہ باد،، اور فلاں ”زندہ باد۔ مگر دور اور ہماری طبیعت اور فطرت ایسی بنی ہوئی ہے جو کرسی پر بیٹھ جائے وہ ”زندہ باد،، کے قابل۔ اور جب دوسرے دن ہٹ جائے جو جُوتے پھر کھائے۔ غیرت کا کام یہی ہے۔ ہمت کا کام یہی ہے کرسی پر بیٹھنا ہوا ہے۔ اس کو کہہ دو ”مردہ باد“

بہر حال حضرات! اس وقت آپ لوگوں کے سامنے قرارداد پیش ہوئی۔ میں تو تعجب کرتا ہوں کہ ایسی قرارداد پر۔ وہ کیا قرارداد؟ وہ یہ تھی کہ بھئی پاکستان میں مرزائیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔

قرارداد

تو حضرات! میں آپ کو کہتا ہوں کہ اگر آپ قرارداد کے ذریعے یہ کام کریں گے، جلسے اور جلوس کے ذریعے یہ کام کریں گے تو یہ مرزائی نواز جو ہیں یہ اقلیت میں اس کو تبدیل نہیں کریں گے۔ ذرا مہربانی کر کے اُٹھ جائیے۔ اپنے تلوار نیام سے نکالیں ان کی اکثریت اقلیت میں بدل دیں۔ سر کاٹ دیں۔ قرارداد ہوگیا پاس اور گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اگر آپ یہ کہیں گے کہ حکومت ان کے لٹریچر ضبط کر دے تو میں کہتا ہوں کہ حضرات! ان کا ایک بھی صفحہ ایک لفظ بھی ضبط نہیں ہو گا۔ کرنا ہے تو یہ کر لو کہ جہاں بھی ان کا ذخیرہ ہو، جہاں بھی ان کے پمفلٹ ہوں خود جا کر ضبط کر لو۔ یہ وقت جو ہے عمل کا ہے اور کہنے اور قراردادوں کا نہیں ہے۔

حضرات! ہمیں جب وہاں پتہ چلتا ہے کہ یہاں تین ہزار قرآن مجید مسخ شدہ اور تحریف شدہ آتے ہیں اور تقسیم ہوتے ہیں، قوم نے کوئی قرارداد پاس نہیں کی وہاں خود میں گیا ہوں اپنے نوجوان ساتھیوں کو میں لے کر گیا ہوں جہاں جس مقام پر ہمیں شک پڑا وہاں تالا توڑا ہے۔ وہاں پولیس کے سامنے ہم نے لٹریچر نکال کر اپنے ہاتھوں میں ضبط کیا ہوا ہے۔ آج بھی ہمارے ساتھ بنڈل کے بنڈل پڑے ہوئے ہیں ہمیں کوئی حکومت کے جو ہے ضبط کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

پاکستان کا مقصد

بہر حال میں آپ لوگوں سے مخاطب تھا، اس چیز کے سلسلے میں آپ کا پاکستان جس غرض اور جس مقصد کے لیے بنا ہوا تھا آج ہم وہ مقصد نہیں پا رہے ہیں اور نہیں دیکھ رہے ہیں، بلکہ آج وہ مقصد فوت ہو چکا ہے۔ مجھے ایک قصہ یاد آ رہا ہے۔ ایک شخص منڈی میں گیا۔ منڈی میں جا کے اس نے اچھی خاصی ایک گائے خریدی۔ کافی پیسہ اس پر خرچ کیا۔ لا کے جب وہ گھر باندھتا ہے تو دوسرے دن میرے جیسا ساتھی اس کو ملا۔ بھئی ذرا یہ تو بتاؤ کہ گائے آپ کی کتنا دودھ دیتی ہے اور اب تک کتنا مکھن جمع کیا ہوا ہے؟ اس سے گھی کتنا نکالا ہے؟ تو وہ سامنے سے جواب دینے لگا کہ ارے بھائی! مولوی صاحب آپ بھی بڑے بیوقوف بن گئے ہیں۔ اس زمانے میں کوئی دودھ کا پوچھتا ہے؟ کوئی مکھن کا پوچھتا۔ اچھا بھلا بتاؤ کہ پوچھتا پھر کس کا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ یہ تو سائنس اور ٹکنالوجی کا زمانہ ہے، یہ دور ترقی کا ہے۔ آپ گوبر کا کیوں نہیں پوچھتے کہ گوبر کتنا دیتی ہے۔ اب مولوی صاحب حیران رہ گئے۔ کہ بھئی گائے اس مقصد کے لیے خریدی ہے کہ وہ گوبر دے یا اس مقصد کے لیے خریدی جاتی ہے کہ وہ مکھن اور دُودھ دے؟ بہر حال آج آپکا ترقی یافتہ دور ہے۔ اس میں جب بھی آپ کہیں گے کہ بھٹو صاحب ہمیں اسلام چاہیے ہمیں قرآن چاہیے، ہمیں تحفظ ختم نبوت کی ایک بل چاہیے جو قومی اسمبلی پاس کریں وہ کہ دیں گے کہ بڑے بے وقوف ہو۔ یہ سائنس

اور ٹیکنالوجی کا زمانہ ہے۔ فیکٹریاں دن میں ۱۰۰ میں بنا کے دیتا ہوں تمہیں اور کیا چاہیے؟ جیسے کہ آج کل آپ سنتے ہیں پاکستان کے ریڈیو کو جب بھی آپ آن کریں، آپ اس کا سوئچ اور نیوز سنیں گے۔ آپ تو اس میں لازماً لامحالہ ہر دن کم از کم ایک دو کارخانوں کا نام لیں گے کہ بن گئے، یا بن رہے ہیں ہمیں تعجب یہ آرہا ہے کہ بھئی روزانہ ایک کارخانہ ایک فیکٹری، ایک پلانٹ لگایا جاتا ہے اور پھر یہ لوگ جو ہیں دربدر کیوں پھر رہے ہیں؟ روزانہ ایک کارخانہ لگتا ہے ذرا یہ بتاؤ کہ بھٹو صاحب کی حکومت کا دَور جتنا گذر چکا ہے کتنا ہوا ہے؟

دو سال مدت گذرنے کے بعد

اگر آپ حساب لگائیں گے کہ کم از کم دن میں ایک کارخانہ آپ سمجھ لیں، دو نہ تین نہیں۔ ذرا آپ یہ حساب لگائیں کہ دو سال میں کتنے کارخانے لگیں گے۔ اور ساتھ ہی ساتھ حضرت اتنا بڑا جھوٹ بولتے ہیں۔ ہمیشہ یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ جناب ہم نے تو بلوچستان کو چالیس کروڑ روپیہ دیا ہے۔ یہ غریب پٹھان اور بلوچ جو سرداروں کے ہاتھوں مارے جاتے اور دربدر تھے اس سال تو ہم نے بڑا احسان کیا۔ تلوار چلائی، چالیس کروڑ روپے دیئے۔

بلوچستان کی امداد کا ڈھونگ

بھٹو صاحب اگر احسان کرتے تو اپنے باپ کی جائیداد سے دیتے۔ پھر احسان کرتے، بلوچستان پر۔ اگر آپ ہمارے ماربل کا ٹیکس ہمارے کوئلے کے ٹیکسوں کو، ہمارے سوئی گیس کے ٹیکسوں کو، ہمارے اور ایسے ذخائر کے ٹیکسوں کو جمع کر کے ہمیں نہیں دیتے تو آپ کو ہم یہ کہیں گے کہ آپ ظالم ہیں آپ غاصب ہیں اور اگر آپ دیتے ہیں تو آپ کا احسان ہم ہرگز نہیں مانتے اور وہ چالیس کروڑ کیسا؛ ذرا وہ بھی تو سُن لیں۔ آپ' وہ چالیس کروڑ کا قصہ مجھے یاد آیا۔ کہیں سکول میں ماسٹر صاحب بچوں کو پڑھا رہے تھے تو بچوں کو وہ کہنے لگا کہ اتنے ہزار لکھ انہوں نے لکھ لیا۔ اب اتنے میں ضرب دو، انہوں نے ضرب دیا۔ لاکھوں بن گئے۔ اب اتنے ساتھ جمع کر دو جیسے بچوں کو حساب پڑھایا جاتا ہے۔ بہرحال حساب لاکھوں اور کروڑوں کا ہو رہا ہے۔

ساتھ ہی ایک آدمی گذر رہا تھا اس نے جب دیکھا کہ بھئی لاکھوں کروڑوں کا حساب ہو رہا ہے اور تمہارا دھندہ یہی ہے۔ بھٹو صاحب کی حکومت میں کہ چوری کریں ذرا یہیں تاک میں بیٹھ جاؤں کہ لاکھوں، کروڑوں روپے کا حساب ہو رہا ہے۔ ذرا ایک چوری یہیں سے کر لو ساری عمر کے لیے خاندان کے لیے بھی کافی ہے۔ بیٹھ گیا۔ وہ حضرت جی حساب کتاب ختم ہونے کے بعد جب دیکھتا ہے کہ دروازہ بند ہے، بچے اپنے گھر جاتے ہیں۔ جب دیکھا اس نے کہ بھئی بیسیوں کا حساب ہو رہا ہے لاکھوں اور کروڑوں روپے کا ذرا یہیں تاک میں بیٹھو۔ جب دیکھا جناب فارغ ہوئے ماسٹر صاحب۔ چلے گئے اندر جب دیکھا تو وہاں ایک سلیٹ پڑا ہوا ہے، کہیں ٹوٹا ہوا قلم اور پنسل پڑا ہوا ہے، کہیں ایک کتاب کا ورقہ پڑا ہوا ہے۔ آنہ دھیلہ ایک نہیں۔ بڑا حیران ہوا۔ آخر کار چلا گیا۔ دوسرے دن ماسٹر صاحب جب آئے۔ حساب کا پریڈ لگا اور وہ پڑھا رہے ہیں جناب تو وہ پھر آگیا اور دروازے میں اس کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ ماسٹر صاحب! وہ کہنے لگا ہاں؟ جیسا کہ ہمارے ریاستوں میں رواج ہے اور ہمارے پٹھانوں میں بھی ہے کہ کسی غدّار کو کسی دھوکے باز کو کسی جھوٹے کو بجّا دیتے ہیں۔ تو وہ بجّا دے کر کہنے لگا لعنت ہو تمہارے اُوپر اور تمہارے جھوٹ پر۔ ماسٹر صاحب حیران ہوئے کہ یہ لعنت کس چیز کی خوشی میں مل رہی ہے۔ وہ کہنے لگا بھئی یہ کیا بات ہے، کہنے لگا کہ کل مَیں یہاں آیا، لاکھوں کروڑوں کا حساب ہو رہا تھا، جب دروازہ توڑا تو ایک دھیلہ نہیں۔ یہ کیا بات ہے؟۔

تو حضرات! آج بلوچستان کو چالیس کروڑ روپے ملے ہوئے ہیں۔ خود آپ جا کے دیکھ تو لیں کیا ملا ہوا ہے بلوچستان والوں کو؟ صرف زبانی جمع خرچ، پروپیگنڈہ، جھوٹ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ بہرحال آپ آج دیکھتے ہیں کہ اس پاکستان میں جس مقصد کے لیے ہم نے یہ پاکستان تعمیر کیا تھا اور جس مقصد کے لیے پاکستان بنا ہوا تھا۔ آج وہ مقصد اس ملک میں ہم نہیں چلا رہے، بلکہ الٹا اسی مقصد اور اسی کتاب اور اس اسلام پر وہ مظالم ہم ڈھا رہے ہیں کہ مخالفین اور وہ اسلام اور دین کے دشمنان سے وہ توقع نہیں کی جا سکتی آپ دیکھتے ہیں ان دنوں میں جب کہ نیشنل اسمبلی میں ایک بل پاس ہوتا ہے۔ مولانا کوثر نیازی بل پاس کرتے ہیں، پیش کرتے ہیں کہ قرآن کا تحفظ کیا جاتے گا تو ہمارے بعضے لیڈر حضرات ہیں انہوں نے اس کو مبارک باد پیش کی۔ کہ بھٹو صاحب! اور کوثر نیازی صاحب! آپکو مبارک ہو اس چیز کا آپ نے ایک نیک کام کیا ہے۔ قرآن کے تحفظ کی ذمہ داری پاکستان کی گورنمنٹ نے اپنے سر لی ہے، مگر بڑے افسوس سے مَیں کہتا ہوں کہ جس دن قومی اسمبلی میں یہ بل پاس ہوتا ہے اس دن تین ہزار قرآن مجید ایک چھوٹی سی بستی ہمارے فورٹ سنڈیمن میں لا کے تحریف شدہ تقسیم کرتے ہیں۔ بہرحال آج تمہارے قرآن کے ساتھ اور اسلام کے ساتھ جو ظلم و ستم ہو رہا ہے

آپ خود دیکھ رہے ہیں ۔

سیاست کا جنازہ

اور جہاں تک آپ کی سیاست کا تعلق ہے ۔ سیاست کا تو جنازہ ہی نکل گیا۔ اس کی تو یہ بات ہی نہ کریں ۔ پاکستان میں سیاست تو رہی نہیں ۔ اور جمہوریت کا اس طرح جنازہ نکال دیا جیسا کہ سیاست کا نکل گیا ۔ کیا اس کو جمہوریت اور تمہارے آئینے میں اس کو سیاست کہتے ہیں ؟ کہ بھئی اکثریتی حکومتوں کو ختم کر دو اور جہاں اکثریت ہے اس کو نہ مانو یہی مجیب الرحمٰن صاحب کی اکثریت تھی مشرقی پاکستان میں ۔ تم نے اپنی کرسی کی خاطر اس کی جمہوریت کو ٹھکرا دیا ۔ اپنی اقلیتی حکومت اس مغربی پاکستان پر مسلط کر دی اور اس کے ساتھ ہی ساتھ بنگلہ دیش کے اوپر ڈٹ گئے کہ میں بنگلہ دیش نہیں مانتا ۔

چار قومیتیں اور بنگلہ دیش

بھائی بڑے اچھے ہو تم نہیں مانتے بنگلہ دیش کو اور تعجب کی بات یہ ہے کہ حافظہ ان کا اتنا کمزور پڑ گیا ہے کہ وہاں قومی اسمبلی میں یہ بل پاس ہوتا ہے کہ چار قومیتوں کا جو بھی نعرہ لگائے گا وہ ملک کا غدار سمجھا جائے گا ، وہ مجرم سمجھا جائے گا ، مگر ذرا یہ بتلاؤ کہ بنگلہ دیش کیا بلا ہے ۔ بنگلہ دیش اگر ایک قوم کو تسلیم کرتا ہے ۔ ایک قوم کو تسلیم کرتے ہو ۔ وہ قاعدہ اور قانون تم نے خود توڑ دیا پھر رہا گیا ۔ بہر حال میں آپ کو یہ کہ دینا چاہتا ہوں کہ بلوچستان میں ہمارے پٹھان اور بلوچ کے نوجوانوں نے جمہوریت کے لیے جو کام وہاں کیا ہے ، جمہوریت کی جو لاج رکھی ہے اور اس کے لیے کوشش کی ہے ۔ میں کہتا ہوں کہ مشرقی پاکستان اس بنا پر ہم سے علیحدہ ہوا اور الگ ہوا کہ وہ اپنے حقوق کے لیے لڑ رہے تھے اور اس مغربی پاکستان میں ایک ایسا فرد نہ نکلا جو یہ کہہ دیتے کہ مشرقی پاکستان والے حق کے لیے لڑ رہے ہیں ۔ ان کا کوئی آسرا نہیں رہا ۔ اس بنا پر جا کے اندرا کی گود میں پڑ گئے ۔

پنجاب کی عوام کا شکریہ

اور میں پنجاب کی عوام کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ بالخصوص ہمارے جمعیۃ طلباء اسلام کے نوجوانوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ بلوچستان کے حقوق کے لیے بلوچستانی عوام جو آج لڑ رہے ہیں نو دس مہینے سے پہاڑوں میں ہیں ، بھوک و پیاس سے وہ گھاس کھا رہے ہیں اور لڑ رہے ہیں ، اپنے حقوق کے لیے کوشش کر رہے ہیں اس کا آواز ان کی آواز پر لبیک کہتے ہیں ۔ ان کے تعاون کے لیے جو آپ نے پنجاب میں جلوس نکالے ہیں اور آپ نے جلسے کیے ہیں اور ہماری حمایت کی ہے تو لازماً ہم بلوچستان میں یہ کہہ سکتے ہیں اور یہ ہمارے دل میں یہ بات آ سکتی ہے کہ کوئی ہے ہمارا ۔

بلوچستان الگ نہیں ہوگا

تو لامحالہ میں یہ کہوں گا بھٹو صاحب ! اگر آپ ہزار بار بلوچستان کے عوام کو اتنا ستاویں گے کہ وہ اس پاکستان سے الگ ہونا چاہیں ۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ سب سے پہلے میرا نعرہ ہوگا کہ بلوچستان اگر الگ ہوگا تو بلوچستان کا نام پاکستان رکھا جائے گا ۔ تم جہاں جاؤ وہاں جاؤں ۔ آج وہاں ہزاروں کی تعداد میں لوگ جیلوں میں پڑے ہوئے ہیں وہاں سینکڑوں کی تعداد میں لوگوں کو ختم کر دیا ہے وہاں ان پر بمباری کر دی ہے ، وہاں ان پر گولیاں چلائیں اور شرم کی بات ہے کہ پچھلے دنوں میں سنٹرل جیل کوئٹہ سے ایک قیدی مجھے کہتا ہے کہ یہاں دو سالہ چھوٹا بچہ بھی قید میں پڑا ہوا ہے ۔ کیا کریں پاکستان کی حکومت بچوں کے ہاتھ رہ گئی اس واسطے تو بچوں کو قید کرتے ہیں ۔ دو سالہ بچہ جو اب تک دودھ پیتا ہے وہ قید میں پڑا ہوا ہے ۔ وہاں پانچ افراد جو مری قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں ان کو بھوک سے جیل کی تاریک کوٹھڑیوں میں مروایا ہے اور وہاں ان کی داڑھیں اور مونچھ کو موچنے سے نوچ نوچ کر یہ کہلوانا چاہتے ہیں کہ اپنے ساتھیوں کو دکھلاؤ اور اپنا اسلحہ دکھلاؤ ۔ ذرا آپ سے میں پوچھتا ہوں کہ وہ اسلحہ والا ڈھونگ جو تم نے یہاں رچایا ہے اور یہی کہا کہ بلوچستان کی آزادی کے لیے رشیہ اسلحہ دے رہا ہے اور فلاں جگہ سے اسلحہ آ رہا ہے ذرا آپ سے میں پوچھتا ہوں کہ وہ اسلحہ کہاں چلا گیا ۔ آج اگر تم عراق کے سفارت خانے میں اسلحہ سارے پاکستان میں نمائش کرایا ہے ذرا بلوچستان سے ایک بندوق نکال دیں ۔ رشیہ کا عوام کو دکھا دیں کہ یہ ہے ان کی غداری کا ثبوت ۔ بہر حال میں اس حکومت کے متعلق آپ سے کیا کہوں ۔ بھائی بات یہ ہے ہماری بات سنیں اس پر کان کھولیں ۔ غور کریں کہ کیا یہ بول رہے ہیں اور کیا یہ فریاد کر رہے ہیں ۔

بلوچستان کی سیاسی حالت

آج وہاں کی سیاسی حالت کو آپ دیکھ لیجیے ۔ ہماری چودہ کی اکثریتی پارٹی کو انہوں نے اس لیے توڑا کہ تم نے کیوں ایک کمیشن مقرر کیا بلوچستان میں جس نے ۹۵ فی صد یہ نتیجہ لا کے دیا کہ بلوچستان میں اسلامی نظام ہو اور اسی دنوں میں یہ حکومت توڑی گئی ۔

اسلام سے کیوں ڈرتے ہو۔ یہاں کی عوام چاہتے ہیں کہ ہم اسلام ملنتے ہیں۔ تم کون ہوتے ہو نہ دینے والے۔ اور وہاں کی عوام نے اور وہاں کے غیور مسلمانوں نے یہ رائے دی کہ بلوچستان میں چلے گا تو اسلام چلے گا۔ اس کے سوا اور کوئی نہیں چلے گا۔ وہاں کی حکومت کو ختم کیا اور بھٹو صاحب کا دوست جو اس کو وہ دوست کہتا تھا بزنجو صاحب آج کل جو ریسٹ ہاؤس میں آرام کر رہے ہیں۔ دوستوں کے ساتھ سلوک یہی کرنا چاہیے اور آج آپ دیکھتے ہیں اس کے دوست جیل میں پڑے ہیں۔ اس کے بعد اکبر جیسا غنڈہ انہوں نے بلوچستان ہمارے مقابلے میں کھڑا کر دیا۔ میں کہتا ہوں وہ تمہارا دوسرا دوست کہاں گیا۔ اب وہ کیوں مخالف ہوگیا؟ اس پر تمہارے حقائق کھل گئے ہیں آج پٹریاں وہی جو ہے بموں سے اڑا رہا ہے، آج تمہارے ہر جگہ میں وہی بم پھینکتا ہے جو تم نے گورنر مقرر کیا ہے ذرا سنبھال لو۔ اپنے دوست کو اور وہاں پر جو ہے عجیب جمہوریت ہے۔

ضمنی انتخاب

ایک دن ہمارے دو حضرات' دو ساتھی دو معزز ممبر جو صوبائی اسمبلی کے ممبر ہیں اور جن کو قوم نے منتخب کیا، قتل کا مقدمہ بنا دیا کہ قاتل ہیں۔ بھائی ذرا یہ بتاؤ کہ میں نے عمر بھر میں ایک چیونٹی بھی قتل کی ہے؟ ایک چیونٹی بھی ماری ہے۔ فیصلہ سنا دیا تحصیلدار صاحب نے چار سال قید میں۔ ۲۸ سال قید میں۔ اچھا بھائی قید۔ اس کو ڈال دیا قید میں۔ سیٹ ہوگئی خالی۔ بھائی الیکشن ہوگا عوامی دور ہے، عوامی حکومت ہے، چلو بھلا الیکشن ہونے دو۔ آیا کوئی پیپلز پارٹی والا اس نے اپنے کاغذاتِ نامزدگی داخل کر دیئے۔ دوسرا آیا اس نے داخل کر دیئے، تیسرے نے داخل کر دیئے۔ میں جب آتا ہوں، مولوی صاحب! تم نے جو ہے توہین کی عدالت کی۔ نکل جاؤ یہاں سے اپنے کاغذوں سمیت۔ بھئی نکلا۔ مولوی صاحب تم جو ہے کمزور ہوتا ہے۔ دوسرا آیا، اس نے کہ دیا کہ حضرت! میرے یہ نامزدگی کے کاغذ وصول کر لو اس کو جواب مل نکل جاؤ یہاں سے۔ تیسرا آیا اس کے اٹھا کے پھاڑ دیا۔ دوسرے دن اعلان کر دیا کہ چار پانچ کاغذاتِ نامزدگی جمع ہوگئے۔ تیسرے دن اعلان کر دیا کہ فلاں صاحب نے بھی اپنے کاغذات واپس لیے، فلاں نے بھی لیے۔ فلاں نے بھی واپس لیا۔ صرف پیپلز پارٹی کا امیدوار اکیلا رہ گیا۔ لہذا وہ بلا مقابلہ منتخب ہوگیا۔

تو **حضرات**! خدارا سوچیے کہ بلوچستان میں بعینہ وہی حالات پیدا کیے جا رہے ہیں جو مشرقی پاکستان میں پیدا کیے۔

ریوڑیوں کی تقسیم

مشرقی پاکستان میں یہی ہوا تھا کہ مسلمانوں کو مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل کروایا۔ وہاں فوجی الیکشن لیے گیے۔ جیساکہ آج بلوچستان میں لیے جا رہے ہیں اور وہاں کے منتخب شدہ ممبروں کو ہٹا کر بلا مقابلہ ممبروں کو منتخب کر کے ریوڑیاں تقسیم کر دیں اور آج بلوچستان میں بھی وہی صورت حال ہم دیکھ رہے ہیں بہر حال میں آپ لوگوں سے واضح الفاظ میں کہنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ اسلام کے قائل ہیں اور اگر آپ جمہوریت کے قائل ہیں، اگر آپ سیاست کے قائل ہیں تو لامحالہ پاکستان کا کوئی بھی شہری ہو پاکستان کا کوئی بھی فرد ہو جس کے ہاتھوں سے اسلام خطرے میں پڑے جس کے ہاتھوں سے جمہوریت خطرے میں پڑے جس کے ہاتھوں سے سیاست خطرے میں پڑے لامحالہ تمہارا یہ فرض ہے کہ اس کے ہاتھ کو روکو اور اگر نہیں روکو گے تو میں یہ آپ کو کہ دیتا ہوں کہ یہ ملک تمہارا ملک نہیں رہے گا اس ملک میں جس میں آج تم نعرے لگاتے ہو جس ملک میں آج تم جلسے کرتے ہو اور جس ملک میں آج تم جلوس نکالتے ہو۔ میں یہ کہ دیتا ہوں کہ یہ ملک نہ تمہارا رہے گا اور نہ تمہیں پھر جلسوں کی جو ہے اجازت دی جائے گی نہ تم جلوس نکال سکو گے۔

بہر حال میں یہ واضح کر دیتا ہوں اس لیے کہ ایسے افراد ضروری ہیں، ایسی قیادت ضروری ہے جو صحیح نشاندہی کر سکے جو مقابلے کے لیے ڈٹے ہوئے ہوں۔ ایک قصہ مجھے یاد آیا۔ ایک شخص تھا اس نے کہیں جا کے اس کے پلے ایک عجیب بدبخت گھوڑی پلے میں پڑی۔ اس گھوڑی کی عادت کیا ہے۔ جب بھی سفر کرے دو میل چار میل، دس میل جہاں تک جانا ہو، درمیان میں وہ ایک دفعہ لید کرتی۔ جب لید کرے تو اسے خوب سونگھتی ہے۔ آگے نہیں بڑھتی ایک قدم جب اور آگے بڑھتی ہے پھر کہیں قضائے حاجت کے لیے لید ڈالتی ہے۔ اس کو خوب سونگھنی ہے۔ اس شخص نے دور کا سفر کا ارادہ کر رکھا تھا۔ اس نے کہا میں دور کا سفر کرتا ہوں اب یہ گھوڑی بدبخت اگر یہی عادت اور یہی شیوہ کرے گی تو یہ سفر میرا طے نہیں ہوگا۔ کوئی دوسرا ساتھی راستے میں ملا وہ گھوڑی کا سوار اس کو تازیانہ دیا کہ جناب یہ تازیانہ لو اور میں اس بدبخت گھوڑی کی یہ عادت پڑی ہوئی ہے کہ جہاں لید کرے پہلے اس کو سونگھے پھر آگے بڑھے اور جب بھی یہ سونگھنے پر آتے اپنی لید کو تو دو چار ہنٹر پیچھے لگا دو تاکہ یہ آگے بڑھے اس نے کہا بڑا اچھا۔ سفر کرنے لگے۔ گھوڑی نے ایک جگہ لید کی اس نے پیچھے سے پانچ چار ہنٹر رسید کیے۔ آگے بڑھی۔ پھر کہیں جا کے لید کی پھر دس ہنٹر رسید کیے۔ آخر کہیں چوراہے پر جہاں بھی راستہ الگ ہو رہا تھا وہاں یہ ٹھہرے تو اپنے ساتھی کو کہنے لگا بھائی یہ لو اپنا

تازیانہ سنبھالو۔ میرا راستہ الگ جا رہا ہے آپ کسی دوسرے راستے پر جانے والے ہیں آپ کا سفر کسی دوسری طرف ہے۔ اس نے اپنا تازیانہ سنبھالا۔ جب آگے بڑھی پھر کئی میل کے بعد جب گھوڑی نے لید کی۔ گھوڑی سوچنے لگی کہ پہلے جو لید کیا ہوا ہے وہ تو سونگھا ہی نہیں اور دوسری دفعہ جو کیا وہ بھی نہیں سونگھا اب یہ تیسری یا چوتھی مرتبہ کو کیسے سونگھے گی۔ پہلے جا کے ہمت کرو۔ پہلی لید کو سونگھوں پھر دوسرے پھر تیسرے کو۔ پھر آگے بڑھو۔ گھوڑی پھر پیچھے کی طرف رخ کر گئی۔ گھر پہونچ گئی وہ جہاں لید کی وہاں سونگھنے کے لیے تو۔ حضرات ہمارے جتنے حضرات ہیں جن کے ہاتھوں میں قیادت لگی ہوئی ہے ان کو پیچھے سے ہنٹر نہیں لگیں گے آگے ایک قدم ان کا بڑھنا مشکل ہے۔ یہ اپنی لید سونگھتے ہیں۔ ہم نے لید سونگھا ہی نہیں ہے۔ ان کو عادت صحیح ڈالنی ہے۔ ان کی سیاست ہے۔ یہ جمہوریت ہے اور پاکستان میں اسلامی قانون ہے۔ جب تک یہ چیز یہاں نہیں ہوگی تو ہم ان کے پیچھے ان کے چوتڑ پر ایسے ہی ہنٹر لگاتے رہے ہیں گے۔

صرف ایک مفتی محمود ہیں!

بہرحال! اور اس کے لیے صرف مفتی محمود اگر تم منتخب کرتے ہو وہ کافی نہیں ہے۔ بہت سارے مفتی محمودوں کی ضرورت ہے۔ بہرحال آج آپ دیکھتے ہیں کہ پاکستان میں کیا کچھ ہو رہا ہے۔ سیاست کس نہج پر پہونچی ہے۔ اور جمہوریت کا کیا حشر ہوا ہے۔ اسلام کا کیا ہوا ہے۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ اگر آج تم پاکستان کے عوام کو اور پاکستان کے عوام کے اسلامی جذبے کو اس چیز سے ٹھنڈا کرتے ہو کہ سربراہوں کی کانفرنس بلاؤ۔ اس پر کروڑوں روپیہ خرچ کرو تو میں بولتا ہوں کہ حضرت بڑی اچھی بات ہوئی آپ نے مہمان نوازی کی ان کی۔ ذرا یہ بتائیں کہ پاکستان میں ابھی اسلام آگیا ہے یا صرف سربراہ آگئے؟ یا سربراہ آئے ہیں، اسلام نہیں آیا۔ اسلام تب آئے گا کہ تم مسلمان ہو اس وقت تک نہیں آئے گا اسلام بہرحال یہ چند ایسی باتیں تھیں جو کہ میرے ذہن میں تھیں۔ یہ میں نے آپ لوگوں کے سامنے کی ہیں اور وقت بھی کافی گذرا ہے اور آج بلوچستان میں جو ہو رہا ہے وہ آپ لوگوں کے سامنے نہیں ہے۔ وہ تو اس کو پتہ چلتا اسی کو اندازہ ہوتا ہے جب کہ ایک فرد وہاں کا باشندہ ہو اور وہاں کے حالات وہاں انہوں نے اپنی اقلیت کو اکثریت کیا۔ بالکل نام و نشان ہی نہیں تھا اس کو آج اکثریت میں تبدیل کیا ہے اور وہ اکثریت کیسے وہ اکثریت ایسی جھوٹی اکثریت ہے۔

تم ہمیں خرید نہیں سکتے!

بہرحال یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ سو مرتبہ تم اپنی اکثریت بنالو۔ سو دفعہ تم اپنی وزارتیں بنالو مگر یہ میں یقین سے کہتا ہوں کبھی تم یاد کرو گے اور یاد رہے گا تمہیں کہ کیسے لوگوں سے واسطہ پڑا ہے اور یہ میں یقیناً” آپ کو کہ دیتا ہوں کہ تمہاری وزارت جیسا کہ مفتی محمود نے ٹھکرا دیا تم ہمیں وزارتوں سے نہیں خرید سکتے۔

وزارت کی پیش کش

اور میں آپ کو صاف کہ دیتا ہوں کہ اپنے نظریے کو تبدیل کرنے کے لیے اپنے مشن کو چھوڑنے کے لیے مجھ جیسے ناکارہ شخص کو اسی بھٹو نے اسلام آباد میں پیش کش کی منسٹری کی۔۔ اسی افراد نے ان کے افراد نے کوئٹہ میں ہمیں چیف منسٹری کی پیش کش کی ہے، مگر بات یہ ہے حضرت چیف منسٹری کی کوئی بات نہیں۔ وزارت کوئی چیز نہیں۔ گورنری تو میرے نزدیک نوکر ہے جو میں نے گھر میں رکھا ہے۔ بڑا مسکین عاجز سا آدمی ہے بوڑھا ایک دن کہنے لگا: مولوی صاحب مجھے تو ڈر لگتا ہے۔ میں باہر نکلتا نہیں شہر سے۔ میں نے کہا کیوں بھائی کیا بات ہے؟ کس چیز سے ڈر لگتا ہے؟ تجھے سارے تو انسان پھرتے ہیں۔ کہنے لگا پاکستان ایک عجیب چیز بن گیا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ شہر جانے کے لیے میں سودا لینے کے لیے جا رہا ہوں وہاں پر پکڑ لیں۔ چلو آج تم گورنر۔ گورنری تو ایک عجیب چیز بن گئی ہے جو لینا چاہے۔ اب جو گورنر ہمارا بنا ہوا ہے۔ بیچارہ بڑا اچھا آدمی ہے۔ نیک آدمی ہے، مگر نیکوں سے ہمیں کیا فائدہ؟ بیچار گھنٹی رنگ ٹیلیفون کا آتا ہے گھنٹی اس کی بجتی ہے وہ بیچارہ سنتا نہیں کہ گھنٹی بج رہی ہے میں اٹھاؤں اور سنوں کیا کہوں۔

بہرحال وزارت کوئی چیز نہیں۔ گورنری کوئی چیز نہیں۔ چیز ہے تو اصول ہے۔ ایک اصول ہمارے ساتھ طے کرلو۔ اگر یہ کہتے ہو جمہوریت اس کا نام ہے اور اصول ہم نے یہ طے کیے ہیں کہ گنتی کا کام ہے۔ پانچ اس طرف دس ایک طرف دس کی اکثریت ہے حکومت اس کے حوالے منظور ہے۔ اگر اصول یہ رکھنا ہے چلو ترازو رکھتے ہیں۔ ایک پلڑے میں ایک میں تم بیٹھو اور ایک میں ہم بیٹھتے ہیں۔ بھائی چلو وہ بھی منظور ہے۔ جو بھی اصول طے کرو گے وہ ہم منظور کریں گے مگر اس پر بڑا افسوس ہے کہ اصول تم طے کرو خود بناؤ اور اس پر خود عمل نہ کرو۔!

آئین پر عمل کرو

پاکستان میں جو اصول انہوں نے خود بنائے ہیں اس پر خود عمل درآمد نہیں کرتے۔ آج وہ آئین میں تو کہتا ہوں کہ تم نے آئین بنایا ہے۔

پاکستان کا کاغذ تم نے ضائع کیا ہوا ہے۔ پاکستان میں وہ کاغذ جس پر زرِ مبادلہ خرچ ہوتا ہے وہ کاغذ تم نے ضائع کیا ہوا ہے۔ کم از کم وہ کاغذ آئین پہ ضائع نہ کرتے۔ کیا بنا اس دستور سے جو آج تمہارے ....

سنا ہے کہ عجائب گھر میں بھی رکھا ہوا ہے یہ اللہ کا فضل ہے کہ چڑیا گھر میں نہیں رکھا ہوا ہے۔ اس سے کیا بنتا ہے بھئی عجائب گھر میں رکھو چاہے چڑیا گھر میں۔

بہر حال ! میں کہوں گا آئین بناؤ اور اس پر عمل کرو۔ عمل کے سوا ہم کسی چیز کے قائل نہیں ہو سکتے۔

بہرحال یہ چند باتیں آپ لوگوں کے سامنے کہیں اور اخیر میں وہی حدیث جو میں نے آپ لوگوں کے سامنے تلاوت کی ہے اس کے متعلق میں یہ کہتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

انا خاتم النبیین لانبی بعدی

میں آخری نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی قادیانی مادیانی آنے والا نہیں۔ اب مرضی آپ لوگوں کی ہے نبی کی بات کو سچی سمجھ کر اس پر عمل کرتے رہو یا کسی مرزائی نواز کے بکنے پر عمل درآمد کرتے رہو ، اس سے تعاون کرتے رہو مگر میں یہ کہہ دیتا ہوں :

یاد رکھو ! اور اس جلسے میں یہ واضح الفاظ میں کہہ دینا چاہتا ہوں اگر آج بھی تم نے مرزائیت کا سدباب نہیں کیا اور اس کے خلاف پاکستان میں ایک منظم تحریک نہیں چلائی ان کے خاتمے کے لیے یہ سمجھ جاؤ کہ پاکستان ان کے قبضہ میں آئے گا اور یہ ایک سٹیٹ مرزائیوں کا بنے گا اور تمہارے اُوپر مرزائی مسلط ہوں گے اور یہ بھی کہہ دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس جو ان کے ہاتھوں سے لٹی جا رہی ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روح جو تمہیں چیخ چیخ کے پکار رہی — خدارا ذرا اس کی آواز بھی سن لو۔ نہیں سنو گے تو یہ میں واضح الفاظ میں کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ہمارا ان کے سامنے جانا اور شفاعت کی توقع رکھنا یہ بہت بعید ہے۔ بہرحال ان چند الفاظ پر میں ختم کر دینا چاہتا ہوں۔ یہی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ توفیق دے کہ اس ملک میں اسلامی قانون رائج ہو اور صحیح جمہوریت پہ یہ ملک ہمارا چلے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ناموس کی تحفظ ہو سکے آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

* * *

بقیہ بلوچستان اسمبلی کے ریکارڈ سے

فرزندوں نے ایک مسلسل اور طویل جدوجہد اور قربانیوں کے بعد آج کی تاریخ میں پہلی بار ہمیں جمہوری حقوق دلائے ہیں ہمیں یقین ہے کہ آپ خدمت خلق ، اسلام کی سربلندی ، اور جمہوری قدروں کے تحفظ کے لئے ان عظیم روایات کو برقرار رکھیں گے جو آپ کی ، اس طبقے کے ان عظیم نوجوانوں اور عظیم فرزندوں کی روایات چلی آ رہی ہیں۔

عالیجاہ ! ایک دفعہ پھر میں آپ کو اپنے اور اپنے ساتھیوں کی طرف سے مبارکباد پیش کرتا ہوں اور مکمل تعاون کا یقین دلاتا ہوں۔

اہم کتابیں! رعایتی قیمتیں!

۱۔ مرقات عربی شرح مشکوٰۃ از: ملّا علی قاریؒ
کاغذ آرٹ ، طباعت عمدہ ٹائپ ، کامل ۱۱ جلد غیر مجلد رعایتی قیمت: ۴۰۰/۰۰

۲۔ تفسیر روح المعانی : از علامہ محمود آلوسی بغدادیؒ
۱۳ جلد (۲۶ پارے) غیر مجلد طباعت عکسی مصری ، کاغذ آرٹ 〃 ۴۶۰/۰۰
کاغذ سفید گلیز 〃 ۳۱۰/۰۰
(باقی دو جلدیں زیر طبع ہیں)

۳۔ الجوہرۃ النیرۃ : عربی شرح قدوری ، کامل دو جلد غیر مجلّد
طباعت عکسی ، کاغذ گلیز: 〃 ۳۵/۰۰

۴۔ تبلیغی نصاب مجلّد ، طباعت عکسی ، کاغذ گلیز 〃 ۱۷/۰۰

۵۔ فضائلِ صدقات کامل ، مع فضائلِ حج مجلّد
طباعت عکسی ، کاغذ گلیز 〃 ۱۹/۰۰

یہ رعایت ۲۹ ربیع الاول ۹۵ھ تک ہے۔

مکتبہ امدادیہ : ٹی بی ہسپتال روڈ ، ملتان شہر

شہید حریت سے

محمد فاروق قمر

میری پہلی اور آخری ملاقات

دوست؛ کیا تجھ سی حسین چیز بھی مر جاتی ہے؟

جن دنوں مولانا شمس الدین شہیدؒ کی تقریروں اور بیانات کا غلغلہ دنیائے سیاست میں بلند تھا میں مسلسل سوچتا رہتا تھا کہ کیا اس قحط الرجال کے دور میں بھی اس قسم کے نڈر، بیباک، ایثار پیشہ اور فدائی رسول ختمی المرتبت قسم کے لوگ پیدا ہو سکتے ہیں؟ مزید یہ کہ مولانا جن حالات اور جس خطہ زمین پر یہ نعرہ حق بلند کر رہے تھے وہ اور بھی حیرت زا تھا۔ وہ بخوبی سمجھتے تھے کہ آمریت اور فسطائیت یہاں مسلط ہے جھوٹے اقتدار کے پجاریوں نے حق کہنے والوں کی راہ میں کانٹے بکھیرے ہوئے ہیں۔ وڈیرے سچ کہنے والوں کی جان کے درپے ہیں یہاں تک کہ جبہ و دستار بھی لیلی اقتدار کے ہاتھوں مات کھا چکے ہیں۔ ان حالات میں ایسا ہی مرد حق آگاہ سینہ سپر ہو سکتا ہے جسے قدرت نے انداز خسروانہ بخشے ہوں۔ مولانا شمس الدین شہید کے سامنے زنجیریں، بیڑیاں اور اسارت کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ چونکہ ان کے سامنے تاریخ کے وہ اوراق تھے جن میں تحریر تھا کہ علماء حق نے تختہ دار پر لٹک کر بھی کلمہ حق بلند کیا۔

انھوں نے داستان بالاکوٹ کو پڑھا تھا، وہ شاملی کے میدان سے واقف تھے، وہ شیخ الہند کی اسارت مالٹا سے آشنا تھے وہ سید حسین احمد مدنی کی ان قربانیوں کو جانتے تھے جو انہوں نے جدوجہد آزادی کے سلسلے میں دیں۔ وہ سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے جیل اور ریل کے قصوں سے واقف تھے جن اکابرین سے وہ نسبت رکھتے تھے ان کی ہر ادا پر وہ مرمٹنا چاہتے تھے وہ مولانا مفتی محمود کو اپنا قائد و رہنما مانتے تھے اور ان کے اشارۂ ابرو پر جان دینے کو سعادت سمجھتے تھے، ان کا ظاہر و باطن یکساں تھا۔

جن دنوں میں ان کی گمشدگی کے واقعات اخبارات کی زینت بنے ہوئے تھے اور مولانا مفتی محمود صاحب نے ان کے قتل کئے جانے کا شبہ ظاہر فرمایا تھا وہ دن میرے لئے عجیب اضطراب و بے چینی کے دن تھے، میں ہر وقت اسی خیال میں غلطاں رہتا تھا کہ مولانا شمس الدین صاحب سے ملاقات کی راہ نکلنی چاہیے کہ اچانک اخبارات میں پڑھا کہ مولانا کو سندھ، بلوچستان ہائی کورٹ کراچی میں پیش کیا جا رہا ہے میری مسرت کی انتہا ہو گئی اور میں اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ اس دن کا انتظار کرنے لگا جب مولانا نے کراچی تشریف لانا تھا بالآخر وہ ساعت مسعود آ پہنچی جب جمعیت کراچی کی طرف سے دیئے گئے استقبالیہ میں میری ان سے ملاقات ہوئی۔ میرے قائم کردہ تصور کے برعکس چند لمحوں میں ایسا محسوس ہونے لگا کہ جیسے دیرینہ شناسا ایک طویل جدائی کے بعد ملے ہوں جب انہیں معلوم ہوا کہ میں جمعیت طلباء اسلام کا ایک ادنیٰ کارکن ہوں تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی چونکہ وہ خود بھی جمعیت طلباء اسلام بلوچستان کے صدر رہ چکے تھے۔

کراچی میں جمعیت طلباء اسلام کے کام کی رفتار دریافت کی، تسلی بخش کام پا کر بہت خوش ہوئے فرمانے لگے کہ زیادہ بھیڑ اکٹھی کرنے کی ضرورت نہیں فعال قسم کے چند ساتھی جو مقصد کے لئے جان دینا جانتے ہوں سینکڑوں پر بھاری ہیں جن کے پائے ثبات میں باد مخالف کا کوئی جھونکا لغزش پیدا نہ کر سکے، طوفان کی تباہ کاریاں ان کا منہ نہ موڑ سکیں مولانا نے اپنے تجربات پر مبنی ہدایات دیں۔ کئی دن مولانا کراچی رہے اور ملاقاتیں ہوتی رہیں، لیکن کسے علم تھا کہ یہ ملاقاتیں پہلی اور آخری ملاقاتیں ثابت ہوں گی۔

کتنا دلدوز، اور روح فرسا وہ منظر تھا جب قطب الاقطاب حضرت درخواستی مدظلہ نے کوٹ ادو میں جلسہ عام میں اعلان فرمایا کہ مولانا شمس الدین کو شہید کر دیا گیا ہے۔

پھر کیا تھا مجمع دھاڑیں مار مار کر روتا رہا، حضرت درخواستی مدظلہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ سید نیاز احمد شاہ صاحب گیلانی پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے، خود مجھ پر عجیب سکتے کا عالم طاری تھا۔

حضرت درخواستی مدظلہ نے شہید مرحوم کو خراج تحسین پیش کیا دیر تک موصوف کے محاسن بیان کرتے رہے، مجمع کو رلاتے رہے ہر طرف سے آمریت مردہ باد، شمس الدین شہید زندہ باد کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔

شمس الدین شہید نے سرزمین بلوچستان کو اپنے پاک خون سے گلرنگ کر کے زندہ و جاوید کر دیا

؎ سرزمین مقتل بستی غرور کر
برباد ہو کے میں تجھے آباد کر گیا

بلوچستان اسمبلی کے ریکارڈ سے

مولانا شمس الدینؒ شہید
کا
بلوچستان اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر کی حیثیت سے تقریر

ترتیب
عمیر الہاشمی

۱۳ مئی ۱۹۷۲ء کو بلوچستان اسمبلی کا پہلا اجلاس سردار محمد خان باروزئی کی صدارت میں صبح ۹ بجے منعقد ہوا، اجلاس کا آغاز مولانا شمس الدین شہید کی تلاوت کلامِ پاک اور ترجمہ سے ہوا، اسپیکر: اب ڈپٹی سپیکر کا انتخاب ہوگا ڈپٹی سپیکر کے انتخاب کے لئے آپ نامزدگی داخل کریں اس مقصد کیلئے ہاؤس کو پندرہ منٹ کیلئے ملتوی کیا جاتا ہے تاکہ ممبران کاغذات نامزدگی داخل کرسکیں (نو بجکر سینتالیس منٹ پر دوبارہ سردار محمد خان باروزئی کی صدارت میں اسمبلی کی کارروائی شروع ہوئی)

سیکرٹری: ڈپٹی سپیکر کے لئے صرف ایک کاغذ نامزدگی داخل کی گئی ہے۔ مولانا صالح محمد نے مولانا شمس الدین کو نامزد کیا ہے۔

اسپیکر: چونکہ مولوی شمس الدین کے مقابلے میں کسی اور کو نامزد نہیں کیا گیا اس لئے مولوی شمس الدین کو ڈپٹی سپیکر منتخب کیا جاتا ہے۔ (تالیاں)

اسپیکر: مولوی شمس الدین صاحب آکر حلف اٹھائیں!

مولانا شمس الدین صاحب نے اردو میں حلف اٹھایا۔

مولانا شمس الدین: بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

وَاِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَاِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ شَدِیْدٌ ط۔

اللہ تبارک وتعالےٰ فرماتا ہے کہ جو نعمت میں کسی انسان کو عطا کردیتا ہوں اگر اسے صحیح استعمال کیا گیا ہے تشکر کا مقصد اور مطلب یہی ہے کہ صحیح استعمال ہو اس کا احساس ہو، لَاَزِیْدَنَّکُمْ تو میں اسے قوت دیتا ہوں کامیابی کی۔ وَاِنْ کَفَرْتُمْ اور اگر وہ کفرانِ نعمت کرے گا تو اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ تو میری گرفت بہت ہی سخت ہے۔

میں نے ابھی ابھی آپ کے سامنے ڈپٹی سپیکر کے عہدے کا حلف اٹھایا ہے اسے میں ضرور محسوس کروں گا کہ ابتداءً آپ کے گوش گزار ہوچکا ہے کہ میں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا ہے۔ اگرچہ ہمارے حلف میں یہ الفاظ نہیں، مگر میری توجہ اس حدیثِ پاک کی طرف مبذول ہوتی ہے کہ نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ

مَنْ اَلَمْ یُبْدَأْ بِسْمِ اللّٰہِ فَهُوَ اَقْطَعُ وَاَجْزَمُ۔ جس نے کوئی بھی کام بسم اللہ سے شروع نہ کیا تو وہ کان کٹا اور ناک کٹا ہوگا یعنی اس کی تکمیل نہیں ہو سکے گی۔

میر جام غلام قادر: آیا پورے ہاؤس کی یعنی ایوان کے ممبران کی توجہ ہے یا...........

مولوی شمس الدین:۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں نے اس کو محسوس کیا ہے اور اب میں سارے ایوان کو کہوں گا کہ وہ بھی آئندہ ایسے ہی احساسات رکھیں میں نے یہ بحیثیت ایک حکم کے نہیں بلکہ ایک کام عملاً کرکے دکھایا ہے اب جس مسلمان کو شوق ہو وہ یہ ادا کرے تو فبہا ورنہ کوئی فرض نہیں ہے۔ بہرحال میں یقین رکھتا ہوں کہ جو بسم اللہ میں نے پڑھی ہے اور حلفِ وفاداری اٹھایا ہے اس پر پورا پورا اتروں گا۔

اللہ تبارک وتعالےٰ مجھے توفیق عطا فرمائے اور ملک کی سرپرستی فرمائے۔ حزب اختلاف اور حزبِ اقتدار نے مجھے بلا مقابلہ منتخب کیا ہے میں ان کا مشکور ہوں اور بالخصوص حزب اختلاف سے کہوں گا کہ جب اس کی تحریک چلی تھی تو میری نیّت دیکھ لی اور جہاں تک جماعتی فیصلہ ہوا ہے حزب اقتدار کے ساتھ معاہدہ ہوچکا ہے اب یہ فرق میں قطعاً محسوس نہیں کروں گا کہ میں حزب اختلاف کیجانب سے منتخب ہوا ہوں یا حزب اقتدار کی طرف سے۔

میرا رویہ جیسا کہ اسپیکر صاحب نے فرمایا منصفانہ اور ایک جیسا ہوگا، یک طرفہ نہیں ہوگا اور نہ میں یہ سمجھوں گا کہ یہ حزبِ اختلاف ہے یا حزب اقتدار اور میرا تعلق کس سے ہے۔

میں جناب سپیکر صاحب کے نقش قدم پر چلتے ہوئے یہ فرائض سرانجام دوں گا اور یہ دعا کروں گا کہ اللہ تبارک وتعالےٰ ہمارے سپیکر صاحب کو ہمیشہ اس کرسی پر فائز رکھے اور ان کی عدم موجودگی میں انشاءاللہ العزیز یہ فرائض میں سرانجام دوں گا۔

(اس کے بعد مبارکباد کا سلسلہ شروع ہوا)

میر گل خان نصیر کی مبارک باد۔

جناب سپیکر صاحب! جناب مولانا شمس الدین صاحب عالیجاہ!

آج کے اس مبارک موقعہ پر میں اپنے، اور اپنے ساتھیوں کی طرف سے آپ کو اس ایوان کا ڈپٹی سپیکر منتخب ہونے پر تہ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں!

عالیجاہ! اس مقدس ایوان کے لئے آپ کی ذات محتاجِ تعارف نہیں ہے آپ کا تعلق علمائے اسلام کے اس گروہ اور طبقے سے ہے جنہوں نے مادر وطن کی آزادی کے لئے انگریزوں کے دور غلامی کے دوران اور اب تک عظیم قربانیاں دیتے چلے آ رہے ہیں۔

عالیجاہ! مادر وطن کے نوجوانوں نے اور اسکے عظیم

باقی ص ۲۵ پر

بلوچستان اسمبلی میں

ترتیب : عمیر الہاشمی

مولانا سید شمس الدینؒ کی ممانعتِ شراب پر قرارداد

بلوچستان اسمبلی کے اجلاس منعقدہ ۱۱ جنوری ۱۹۷۳ء میں مولانا شمس الدین نے مندرجہ ذیل قرارداد پیش کی۔

”یہ اسمبلی سفارش کرتی ہے کہ ام الخبائث شراب کی کشید، خرید، فروخت، رکھنے اور استعمال کرنے پر مکمل طور پر پابندی لگا دے۔“ خان عبدالصمد خاں اچکزئی کے علاوہ قرار دار کی پورے ایوان نے تائید کی مولانا شمس الدین نے قرارداد پر تقریر کرتے ہوئے کہا! مسٹر اسپیکر وہ آئین اور دستور اور وہ قانون جو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہمارے پاس آیا ہے مسلمانوں کے فرائض میں ہے کہ سب سے پہلے اس آئین کو دیکھیں اور عمل پیرا ہوں کیوں کہ وہ ہمارا حقیقی آئین ہے وہ دستور ہے جو رب العزت کی جانب سے آیا ہوا ہے یہ ہمارا مکمل ضابطہ حیات ہے۔ یہ مستقل آئین ہے۔ باقی دنیاوی آئین عارضی اور عبوری ہیں یہ تو آتے جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ حکم یہ ہے۔

یایہا الذین امنوا انما الخمر وَالمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن

جو کہ قابلِ ذکر ہے اب اور جس چیز پر بحث ہو رہی ہے وہ خمر ہے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ عمل الشیطن میں سے ہے اور اسی طرح آگے فرماتا ہے کہ اس سے بچو۔ اگر تم آخرت میں اپنا چھٹکارا چاہتے ہو اور شیطن تمہارا دشمن ہے اور آپس میں تمہیں لڑانے کے لیے یہی خمر، یہی شراب اور اسی طرح کی دوسری مکروہ چیزیں ایک ذریعہ ہیں یہ تمہارے لیے اور تمہیں آپس میں لڑانے کے لیے ایک ذریعہ بنتی ہیں اور اسی طرح یہی وہ ذریعہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بندش کا ذریعہ ہے۔ کیا تم اللہ اور پروردگار عالم کے ذکر وفکر سے منع ہونا چاہتے ہو اور اسی طرح ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور انہوں نے خوب وضاحت کی ہے اللہ تبارک تعالیٰ کے اس آئین و دستور کی

وعن وائل الحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن طارق ابن سویہ سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الخمر نہاہ فقال انما اصنعہا للدواء فقال انہ لیس بدواء ولکنہ داء۔

(رواہ مسلم)

مسلم ایک مستند کتاب ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث نقل فرماتے ہیں ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ خمر یعنی شراب کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جبکہ یہ خمر دوائی کے طور پر بنائی گئی ہو اور اسے دوائی کے طور پر استعمال کیا جاتا ہو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بھی دوا نہیں ہے یہ مرض ہے جو تم اپنے لیے مول لیتے ہو؛“

تو اس سے صاف صاف یہ واضح ہو جاتا ہے کہ سرکار دو عالمؐ ہمارے جسمانی و روحانی ڈاکٹر تھے ایک معالج تھے۔ جیسا کہ آج کل ڈاکٹروں کے تجربات سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ یہ دوا ہرگز نہیں بن سکتی۔ مگر افسوس صد افسوس کہ آج ہمارے عبوری آئین کی دفعہ ۸۴ کے تحت یہ اجازت دی گئی ہے کہ غیر مسلم کو اور مسلم کو دوائی کے طور پر یعنی ڈاکٹر کے سرٹیفکیٹ کے تحت یہ دی جا سکتی ہے اور اسکی اجازت سے یہ سراسر اللہ تبارک وتعالیٰ کے قانون اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی مخالفت ہے یہ ہرگز ایک مسلمان کا شیوہ نہیں ہو سکتا۔ بہرحال جہاں تک آج کل کے ڈاکٹروں کے تجربات کا تعلق ہے ابے شک آپ کسی ڈاکٹر یا حکیم سے پوچھ لیجئے کہ کیا شراب انسان کے بدن کے لیے دوا بن سکتی ہے یا مرض؟

اس سے جو مختلف بیماریاں پیدا ہوتی ہیں انہیں آپ دیکھ لیں ایک مشہور بیماری ”لیور سیروسز“ ہے جس میں شرابی شخص، شراب پینے والا شخص اور شراب کا عادی شخص جو شراب پیتا ہے اس کے پھیپھڑوں پر یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ ایک اینٹ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں تو آپ خود سوچئے کہ جب سرکار دو عالمؐ نے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی مخالفت کی ہے تو یہ مسلم ملک جس میں مسلمان بستے ہیں۔ بھلا کون مکمل طور پر پابندی لگانے کی مخالفت کر سکتا ہے۔ ذرا سوچئے کہ وہ کون ہو سکتا ہے جو اس کی مخالفت کرے۔ بہرانڈس جیسی مضر بیماری اس سے پیدا ہوتی ہے کہ شرابی کی ابتدا خوراک کی اشتہا اسی سے بڑھتی ہے اور بعد از کثیر الاستعمال معدے میں جب زخم پڑ جاتے ہیں تو اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ روٹی سے رک جاتا ہے روٹی کھا ہی نہیں سکتا اور روز بروز تیزابیت اس کے معدے میں بڑھتی ہے اس سے اس کی صحت خراب ہوتی ہے خیالات

منتشر ہوتے ہیں اور قوتِ ارادی جو کہ انسان میں ایک عظیم جوہر ہے وہ ختم ہو جاتی ہے یا کمزور پڑ جاتی ہے اسی سلسلہ میں ایک قصہ بہت مشہور ہے ہمارے بلوچستان کی سرزمین پر ایک ایسے حاکم گزرے ہیں (جن کا میں نام نہیں لوں گا) ایک دن اس نے اپنے نوکر سے کہا کہ آج جا کر سبزی لے آنا۔ خرچ کے لیے حسب معمول جتنا انہوں نے گوشت منگوانا تھا۔ جتنی انہوں نے سبزی منگوانا تھی وہ رقم دے دی لیکن بعد میں جب ان حضرات نے شراب لی یک لمبی بوتل انڈیل لی تو ان کی کیفیت کچھ بدل گئی فوراً نوکر کو بلا کر کہا کہ کہاں جاتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ جناب آپ نے مجھے رقم دی ہے اور کہا ہے کہ جاؤ بازار سے سودا وغیرہ لے آؤ میں اسی سودا کے لیے بازار جا رہا ہوں تو وہ کہنے لگے کہ اچھا یہ بتانا کہ تمہیں کتنے گوشت کا حکم دیا ہے تو نوکر نے جواب دیا کہ جناب والا جتنا پہلے حکم دیے کرتے تھے۔ فرض کیجئے دو سیر تین سیر یا ایک سیر کہنے لگے نہیں جاؤ آج بازار میں سب دوکانداروں کو کہہ دو کہ آج گوشت کسی کو نہیں بیچنا۔ آج مجھے ایک ہزار روپے کا گوشت چاہیے تو ملازم کہنے لگا کہ صاحب اتنا پیسا کہاں ہے؟ عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ رشوت خور آدمی کے پاس رشوت کا پیسہ کافی ہوتا ہے ان حضرات نے جیب سے پیسے نکالنے شروع کر دیے کوئی ہزار روپے گن کر ملازم کو دیے اور کہا جاؤ گوشت لے آؤ وہ حیران ہوا اور سوچنے لگا کہ کیا کہ اس بدبخت نے آج سارے شہر کی دعوت کی ہے یا اپنے لیے منگوا رہا ہے تو جناب ملازم جاتا ہے اور ایک ہزار روپے کے گوشت کا آرڈر دیتا ہے واپس آکر کہتا ہے کہ جناب میں نے مارکیٹ میں ایک ہزار روپے کے گوشت کا آرڈر دے دیا ہے چند گھنٹے میں وہ تیار ہو جائے گا اتنے میں اس کم بخت کا نشہ اتر گیا تھا کہنے لگا جاؤ خدا کے لیے میرے پیسے بچاؤ یہ ایک ہزار روپے کا گوشت کون کھائے گا بہر حال یہ قصہ قوتِ ارادی کی کمزوری اور خیالات کے انتشار کے متعلق ہے جسے میں نے معزز ممبران کے سامنے مثالاً پیش کر دیا ہے جہاں تک اس سے بیماریوں کا تعلق ہے وہ ڈاکٹر صاحبان اور حکیم صاحبان خوب جانتے ہیں مگر افسوس کہ آج ہمارا یہ خطہ جس میں مسلمان بستے ہیں اس میں ہمارا قانون، ہمارا آئین اور ہمارا دن بھر کا اٹھنا بیٹھنا سب وہی ہے جو انگریز ہمارے اوپر مسلط کر گئے تھے ہم آج بھی انہی کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔ مگر افسوس! کہ اگر ان کے نقش قدم پر ہم صحیح طور پر چلتے تو آج کچھ نہ کچھ ہم میں بھی انصاف ہوتا ہم نے اپنے دین کو ترک کر دیا اپنے قانون کو ترک کر دیا اپنے نبی کے نقشِ قدم پر چلنا ترک کر دیا ہم نے سب کچھ فراموش کر دیا کیا آپ لوگوں کو معلوم نہیں کہ آج بھی یورپین ممالک میں جہاں شراب پر پابندی نہیں ہے جتنے شراب خانے ہیں ان کے کھلنے اور بند ہونے کا وقت مقرر ہے۔ تمام شراب خانے وقت مقررہ پر کھلتے ہیں یعنی عصر کے وقت پانچ بجے سے لے کر اسی طرح جو وقت مقرر ہوتا ہے یعنی رات گیارہ بجے تک ان میں شراب کا دور چلتا رہتا ہے مگر وہ بھی اپنی مقدار میں۔

مگر کتنے افسوس کا مقام ہے کہ یہ کمبخت قوم جو اسلام کی دعویدار ہے، جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتی ہے صبح سے شام تک جتنی بھی میسر ہو سکے چاہے ایک ڈرم ہی کیوں نہ ہو پینے کو تیار ہیں۔

بہر حال جہاں تک اس ایوان کا تعلق ہے میں نے یہ قرارداد پیش کی ہے اور قواعد و ضوابط کے تحت جو عبوری آئین ہمارا بنا ہے اس میں صاف اور واضح الفاظ میں دفعہ ۴۳ میں یہ لکھا ہوا ہے کہ اس کی حوصلہ شکنی کی جائے گی تو آج اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس ٹیکس بڑھانے سے جو حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ آج اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس کے پرمٹ کم جاری ہونے سے اس کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے تو یہ سراسر پوری قوم اور اس مسلم خطے کے ساتھ دھوکہ ہوگا۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ہم اس کی اجازت دے سکتے ہیں۔ ایک دن ایک ہمارے معزز ممبر نے اس ایوان میں براہِ راست مجھ پر یہ الزام لگایا کہ اس مولوی صاحب ایک اسلامی مسئلے کے جھگڑے میں جب اس کو گاڑی مل گئی تب اس نے وہ اسلامی مسئلہ جو وہ لانے والے تھے اور جس سے بگڑے ہوتے تھے اور جس پر نالاں تھے اس کو چھوڑ گئے۔

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج تک تو میں نے کبھی یہ سوچا بھی نہیں کہ ضمیر فروش، ملک فروش، قوم فروش اور دیانت فروش، کون ہے؟

جناب والا: یہ وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو پرمٹ فروش ہیں وہی لوگ دیانت فروش بھی، ضمیر فروش بھی ہیں اور وہی قوم فروش بھی۔ ہم نے آج تک ایسی ضمیر فروشی نہ کی ہے اور نہ اسلام کے بارے میں ہم یہ کر سکتے ہیں۔ آج بھی میرا موقف اسلام کی رہبری میں ہوگا۔ مجھے حکومت کی جانب سے اگر آج گاڑی ملی ہے یا ایک بنگلہ ملا ہے تو اس پر میں ایک اسلامی مسئلے کو کیسے ترک کر سکتا ہوں۔

یہ گاڑی شاید آج ہی مجھ سے واپس لے لی جائے یا ممکن ہے کہ کل لے لی جائے، اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ وہ ہزاروں گاڑیاں، اور وہ ہزاروں بنگلے جو اس موقف کے تحت میرے ساتھ ہیں وہ قطعاً میرے سے جدا نہیں ہو سکتے تو یہ ایک بیوقوف شخص کا کام ہوگا جو کہ ایک عارضی چیز کے لئے ایک مستقل چیز کو بیچ ڈالے، ان کو اپنا چہرہ آئینہ میں بدنظر آرہا ہے وہ خود لانے آگئے

اس آئینہ میں دیکھ رہے ہیں۔

بہرحال جہاں تک شراب کے نتیجے کا سوال ہے ہماری معیشت، ہمارا تمدن، ہمارے معاشرے میں، تو اس سلسلہ میں میں یہ عرض کروں گا کہ یہ لازمی بات ہے کہ اگر ایک شخص شراب پینے والا ہو، اس کے خیالات منتشر ہو جائیں اور قوت ارادی اس کی کمزور ہو جائے اور شراب کے نشے میں وہ مست ہو جائے تو اس سے قطعاً انصاف کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ ایک سرمایہ دار اگر پیسوں سے اپنی تجوری بھر لیتا ہے۔ اگر ایک حاکمِ وقت اپنی تجوری پیسوں سے بھر لیتا ہے تو لازمی بات ہے کہ اس سرمائے کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ یہ سرمایہ اسے شراب نوشی پر آمادہ کرے گا۔

اور جب وہ شراب نوشی پر آمادہ ہو جانے گا تو اس کے خیالات منتشر ہو جائیں گے، اور قوت ارادی اس کی ختم اور نیست و نابود ہو جائے گی تو لازمی بات ہے کہ وہ عوام کا، غریبوں کا، مسکینوں کا، اور اسی طرح مزدوروں کا استحصال کرے گا۔ اس کو یہ پتہ بھی نہ چلے گا کہ غریبوں کے چھوٹے چھوٹے بچے اور وہ مسکین اور غریب عوام جو کہ دربدر پھرتے ہیں آیا ان کو صبح و شام کا کھانا بھی ملتا ہے یا کہ نہیں؟

معاشرے کو درست کرنے کا یہ بہت بڑا اسلامی فلسفہ ہے اور اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کی حرمت کا حکم فرمایا ہے۔ حتی کہ ایک جگہ حدیثِ پاک میں ہے کہ

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام۔ (رواہ الترمذی، و ابوداؤد، و ابن ماجہ)۔

جس کی یہ خاصیت ہو کہ بہت استعمال سے سکر اور نشہ پیدا کرنے والی ہو، تو اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہوتی ہے۔ اور اسی طرح ایک حدیث پاک میں حضرت سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

ہمارے ساتھ ایک یتیم تھا اس کو ورثے میں جو شراب ملی تھی، مٹکہ یا دو مٹکے بھرے ہوئے تھے۔ ہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس گئے اس وقت جب کہ سورۃ مائدہ آپؐ پر نازل ہوئی تھی اور حرمت کے احکام نازل ہوئے تھے تو ہم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اس بچے کے لئے ورثے میں جو شراب ملی ہے مٹکہ یا دو مٹکے، تو اب حرمت کے احکام نازل ہو گئے ہیں تو اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شراب کو انڈیل دو اور مٹکے کو توڑ دو "

یہاں تک کہ احکام اس کی حرمت کے سلسلے میں آئے ہیں کہ ایک یتیم بچہ کی شراب کو گرایا جاتا ہے اور اسکے مٹکے کو توڑا جاتا ہے۔ تو چہ جائیکہ آج یہاں بڑے بڑے حضرات سرمایہ دار پینے والے ہوں اور ہم اجازت دینے والے ہوں تو یہ عجیب مسلمانی ہمیں نظر آ رہی ہے اس ملک میں۔ بہرحال جب ایک سرمایہ دار اپنے سرمایہ کے نشے میں مست ہو کر شراب پینے پر آمادہ ہو جاتا ہے تو اسے غریب بچوں کی ان ایڑیوں کا فکر نہیں ہوتا جو بھوک کی وجہ سے زمین پر رگڑ رگڑ کر خون بہاتی ہیں تو آج میں آپ لوگوں سے کہنا چاہتا ہوں کہ آپ جو غریب، غریب، کے اور غریب پروری کے نعرے لگاتے ہیں اور عوام، عوام کی رٹ لگاتے ہیں اگر آپ کو ان سے ہمدردی ہے اگر آپ ان کے استحصال ختم کرنے میں مخلص ہیں تو یہ ایک بہت بڑا فلسفہ ہے، اسلامی فلسفہ، آپ اس پر عمل پیرا ہوں، وہ فلسفہ کیا ہے اور کیا ہو سکتا ہے؟

آج اگر آپ نے اس حضرتِ سرمایہ دار کی شراب کی بوتل توڑ دی اور اسکو رات کو شراب پینے کے وقت شراب نہ مل سکی اور اس سے وہ تڑپا تو اسے یہ پتہ چلے گا کہ غریب کے بچے اور غریب عوام جو بھوک سے تڑپتے ہیں انکی حالت کیا ہوتی ہے آج اگر مجھے نشے کی ایک زائد خوراک نہ ملی تو میں ایسا تڑپ رہا ہوں تو ان غریب عوام کی کیا حالت ہو سکتی ہے

اظہارِ حقیقت

بجواب

خلافت و ملوکیت

مودودی صاحب کی فتنہ انگیز کتاب "خلافت و ملوکیت" جس میں امت کے شہید اعظم سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہ کرامؓ پر جو اعتراضات کیے گئے ہیں اُن کے مُدلّل محققانہ، اطمینان بخش اور ایمان افروز جوابات جنکے پڑھنے سے بہت سی غلط فہمیاں دُور ہو جاتی ہیں اور بہت سی گمراہیوں سے آدمی محفوظ ہو جاتا ہے ــــ دُشمنان صحابہؓ کے زہر کا تریاق اور مسلک اہلسنت والجماعت کی نصرت و توضیح ــــ جلد اوّل منظر عام پر آ چکی ہے۔

مُصنفہ: مولانا محمد اسحاق صدیقی ندوی سابق مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ملنے کے پتے:
۱- دار الکتب امدادیہ ۳۴۲ عزیز آباد کراچی۔
۲- کتب خانہ شان اسلام اردو بازار لاہور۔

قمر ہاشمی

ایک سال پہلے

اخبارات کے آئینے میں

"مجھے اس افسوسناک قتل کا گہرا دکھ ہوا ہے یہ انتہائی شرمناک، بزدلانہ اور قبیح جرم ہے جس کی ہر امن پسند اور جمہوریت پر یقین رکھنے والا شخص مذمت کرے گا۔" (صدر فضل الہی)

(فضل الہی صاحب! محض مذمت سے کچھ نہیں بنتا!)

"میں مولوی شمس الدین کے بہیمانہ قتل کے ذمہ دار افراد کی شدید مذمت کرتا ہوں" (نواب صادق حسین قریشی)

(خالی خولی مذمت ——— خیر مہربانی!)

مجھے مولوی شمس الدین کے قتل کی خبر سن کر گہرا صدمہ ہوا ہے" (خورشید حسن میر)

(کیوں نہیں! یقیناً صدمہ پہنچا ہوگا)

"میں جمعیت علماء اسلام کے راہنما کے قتل پر گہرے رنج والم کا اظہار کرتا ہوں" (محمد حنیف رامے وزیر اعلیٰ پنجاب)

(بڑے میاں تو بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ!)

"اس قسم کے واقعات جمہوریت اور جمہوری اداروں کی راہ میں رکاوٹ ہیں تمام محب وطن افراد کو اپنی وابستگی سے قطع نظر ان واقعات کی مذمت کرنی چاہیے اور ایسے جرائم کرنے والوں کو سخت ترین سزا ملنی چاہیے"

(عبدالحفیظ پیرزادہ، وفاقی وزیر تعلیم، امروز ۱۵ مارچ ۱۹۷۴ء)

"مولوی شمس الدین کا قتل سیاسی نہیں ذاتی تھا۔ (عبدالحفیظ پیرزادہ، ۱۰ فروری ۱۹۷۵ء)

جی ہاں! شیر پاؤ کا قتل سیاسی تھا؟؟؟

"آپ ہی اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی"

"حکومت اس قتل کے محرکات معلوم کرنے کیلئے ہر ممکن اقدام کرے گی اور ملزموں کو سخت ترین سزا دی جائے گی" (وزیر اعلیٰ بلوچستان)

("کیوں جناب! دیدی سزا آپ نے؟ اور سخت ترین سزا؟؟؟")

خون ناحق بھی چھپانے سے کہیں چھپتا ہے
کیوں وہ بیٹھے ہیں میری نعش پہ دامن ڈالے

سرحد اسمبلی نے متفقہ طور پر ایک قرارداد کے ذریعہ بلوچستان اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر مولانا شمس الدین کے قتل کی پر زور مذمت کی ہے قرارداد میں متعلقہ حکام سے ملزموں کو بلا تاخیر کیفر و کردار تک پہنچانے کا مطالبہ بھی کیا ہے، اور حکومت سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ عوامی نمائندوں اور سیاسی شخصیتوں کی حفاظت کیلئے ضروری اقدامات کرے، صوبائی اسمبلی نے بلوچستان اسمبلی سے اس کے ڈپٹی سپیکر کے قتل پر گہری ہمدردی کا اظہار بھی کیا۔

(اور بیچاری اسمبلی اس کے سوا کر بھی کیا سکتی تھی)

ان کے علاوہ بلوچستان کے وزراء غوث بخش رئیسانی، یوسف علی خان مگسی، میاں سیف اللہ پراچہ مولوی میاں محمد حسن شاہ، مولوی محمد صالح، سابق گورنر اکبر بگٹی، سینٹ کے ڈپٹی چیئرمین مرزا طاہر محمد خاں، سینیٹر محمد ہاشم خاں غلنئی، محمود نواز خان اچکزئی ایم، پی، اے، نے مولوی شمس الدین کے قتل پر انتہائی رنج و غم کا اظہار کیا ہے"

(روزنامہ امروز لاہور، ۱۵ مارچ ۱۹۷۴ء)

-مولانا شمس الدین کا قتل عظیم المیہ ہے-

نیشنل عوامی پارٹی پنجاب کے جنرل سیکرٹری مسٹر سیف خالد پاکستان نیپ کی مرکزی نائب صدر محترمہ نسیم شمیم، ملک راؤ مہر وز خان، چوہدری جلیل احمد خان، قاضی عبدالحئی، حکیم عبدالرحیم، احسان رائیں لطیف قریشی، محمد فاروق قریشی، اور مولانا محمد اشفاق نے صوبائی اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر اور جید عالم دین، مولانا شمس الدین کے قتل کو بلوچستان کی انتہائی ابتر صورت حال قرار دیتے ہوئے مولانا کی وفات کو عظیم قومی المیہ ٹھہرایا ہے اور کہا ہے کہ مولانا کے قتل میں صوبائی حکومت، بلوچستان کی نام نہاد حکومت کے سربراہ جام لسبیلہ اور اس کے گماشتوں کے علاوہ مرکزی وزیر داخلہ خان عبدالقیوم خان کے اداروں اور ایماء کا دخل ہے۔

(روزنامہ امروز لاہور ۱۲ مارچ ۱۹۷۴ء)

آئندہ شمارہ شائع نہیں ہوگا

قارئین نوٹ فرمالیں

موجودہ پرچے کی قیمت ایک روپیہ ہے

حکومت کے اجازت نہ دینے پر

نظام شریعت کانفرنس بطورِ احتجاج ملتوی کر دی گئی

جمعیۃ کی تمام شاخیں نظام شریعت کانفرنس کے انعقاد کی اجازت نہ دینے پر ملک بھر میں یوم احتجاج منائیں مفتی محمود

حضرت مفتی صاحب نے حکومت کی طرف سے کانفرنس کے انعقاد کی اجازت نہ دینے پر حکومت کے اس فیصلے کی سخت مذمت کی ہے۔ متعلقہ حکام کو کانفرنس کے انعقاد کے لیے پندرہ فروری کو باقاعدہ درخواست دی گئی۔ سات مارچ کو تحریری یاد دہانی کرائی گئی۔ قاضی محمد سلیم ایڈووکیٹ اور جناب عبدالحمید بٹ وغیرہ ڈی سی - ایس پی اور ڈی ۔ آئی ۔ جی سے ملے۔ کانفرنس کی اجازت کے سلسلے میں، مگر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ۱۷ مارچ کو اجازت دینے سے قطعاً انکار کر دیا۔ مجبوراً مجلس استقبالیہ کو احتجاجاً کانفرنس کے التوا کا فیصلہ کرنا پڑا۔

حضرت مفتی صاحب نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ حکومت ایک طرف ملک میں تحریر و تقریر کی آزادی کا اعلان کرتی ہے۔ لیکن دوسری طرف نظام شریعت کے نفاذ کے لیے منعقد ہونے والی کانفرنس کے موقع پر دفعہ ۱۴۴ لگا کر جمہوریت کا منہ چڑاتی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ احباب دل برداشتہ نہ ہوں۔ نئی تاریخوں کا اعلان عنقریب کر دیا جائے گا۔

نوٹ : حضرت الامیر حضرت درخواستی مدظلہ اور قائد جمعیت ۲۱ مارچ کو شیرانوالہ میں خطبہ جمعۃ المبارک ارشاد فرمائیں گے جس میں حکومت کے اسی فیصلہ پر وضاحت سے روشنی ڈالی جائے گی۔

نادر و کمیاب علمی کتب

(از مولانا محمد اسحاق صدیقی ندوی)

اظہار حقیقت : بجواب خلافت و ملوکیت ۱۵/۰۰ روپے
اسلامی بہشتی زیور مکمل، مجلد سنہری ڈائی دار۔ جہیز ایڈیشن : ۵۰/۰۰ "
اسلامی تبلیغی نصاب : مجلد سنہری ڈائی دار جہیز ایڈیشن: ۲۵/۰۰ "
موت کا منظر مع مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ عام ایڈیشن (خواجہ محمد اسلام) ۱۲/۰۰ "
" " " جہیز ایڈیشن ۲۵/۰۰ "
اسلام کیا ہے ؟ ۳/۷۵ ، حضور کی دعائیں ۲/۵۰ ، مسلمان خواتین کے لیے بیس سبق ۲/۵۰ ،

علاوہ ازیں قرآن پاک ہر قسم مترجم و معرّا، قاعدے سپارے، یسرن القرآن اسلامی، تبلیغی و علمی کتب، درس نظامی، شروح و حواشی، مطبوعہ مصر، بیروت ایران، ترکی، انڈیا وغیرہ۔ دیگر پاکستانی اداروں کی مطبوعہ اسلامی کتب و قلمی دستاویزات تھوک و پرچون ہم سے طلب فرمائیں۔

(ملنے کا پتہ)

کتب خانہ شان اسلام اردو بازار لاہور

نادر و نایاب مخطوطات
اور
قدیم و کمیاب مطبوعات
آپ بھی حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے ہاں ہر قسم کے مطلا و
منقش قلمی قرآن مجید بخط نسخ،
لث ، ریحان وغیرہ اور اہم
ریخی مخطوطات و قطعات کے علاوہ
علم و فن کی کمیاب مطبوعات۔ اُردو
پنجابی ، فارسی ، عربی وغیرہ زبانوں میں
موماً موجود رہتی ہیں۔ مرکز میں تشریف
لاکر ملاحظہ فرمائیں :

مرکز نوادر
(کتب خانہ رشیدیہ)
ت مارکیٹ اردو بازار لاہور